ABC سے تصدیق شدہ اشاعت
ماہنامہ
نور الحبیب
بصیر پور
جلد نمبر 23 | ربیع الاوّل 1432ھ فروری 2011ء | شمارہ نمبر 2

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے
محمد ﷺ کی محبت آنِ ملت، شانِ ملت ہے
محمد ﷺ کی محبت روحِ ملت، جانِ ملت ہے
محمد ﷺ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمد ﷺ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا

WWW.NAFSEISLAM.COM

مدیرِ اعلیٰ
صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

میں صدقے یارسول اللہ، میں قرباں یارسول اللہ!

غلامی آپ کی ہے جانِ ایقاں یارسول اللہ! ... محبت آپ کی ہے اصلِ ایماں یارسول اللہ!
دکھا دیں ہم کو اپنا روئے تاباں یارسول اللہ! ... میں صدقے یارسول اللہ، میں قرباں یارسول اللہ!
گرفتارِ حوادث ہیں مسلماں یارسول اللہ! ... ہو ان کے درد کا للہ درماں یارسول اللہ!
عطا کی کبریا ﷻ نے آپ کے تذکار کو رفعت ... کہ اس اعزاز پر شاہد ہے قرآں یارسول اللہ!
خدا نے آپ کو والشمس کہہ کر یاد فرمایا ... سراپا آپ کا ہے نورِ رحماں یارسول اللہ!
گدائی آپ کے در کی شہنشاہی سے بہتر ہے ... کہ مضمر اس میں ہے معراجِ انساں یارسول اللہ
اسیرِ مصلحت ہوں، مبتلائے معصیت ہوں میں ... ''میں کس منہ سے کہوں خود کو مسلماں یارسول اللہ!''
تہی داماں ہوں علم و حکمت و فہم و فراست سے ... ''میں کس منہ سے کہوں خود کو مسلماں یارسول اللہ!''
مری فردِ عمل میں جز گناہوں کے نہیں کچھ بھی ... میں اس حالت پہ اپنی، ہوں پشیماں یارسول اللہ!
مجھے دامانِ رحمت میں چھپا لیجے مرے مولیٰ ... کہ ہے پیشِ نظر محشر کا میداں یارسول اللہ!
زَبوں حالی فزوں حد سے ہوئی ہے مسلم اُمہ کی ... ہوا دنیا میں اس کا خون ارزاں یارسول اللہ!
تلاطم خیز موجوں میں گھری ہے کشتیٔ امت ... کوئی فرمایئے بچنے کا ساماں یارسول اللہ!
کیا ہے یورپی سازش نے ٹکڑے ٹکڑے امت کو ... خدارا اس کو کیجے پھر سے یک جاں یارسول اللہ!
ہمیشہ آپ کی سچی عقیدت اور محبت کا ... رہے فانوس سینوں میں فروزاں یارسول اللہ!
نہ مرجھائیں کبھی ایمان کے، اخلاص کے غنچے ... پھلا پھولا رہے دیں کا گلستاں یارسول اللہ!
ہٹیں اسلامیوں کے سر سے سارے سائے ظلمت کے ... کہ آقا آپ ہیں مہرِ دَرخشاں یارسول اللہ!
کیا ہے اپنی ہر نعمت کا قاسم آپ کو رب نے ... ملے للہ مجھ کو علم و عرفاں یارسول اللہ!

گدا ابن گدا نوری کو کیجے صدقۂ زہرا
عطا اسلاف کا سوزِ فراواں یارسول اللہ!

(صاحب زادہ) محمد محب اللہ نوری

WWW.NAFSEISLAM.COM

محبوب سبحانی، قطب ربانی ، غوث الاعظم

حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ

کی معرکۃ الاراء

تفسیر الجیلانی

اردو ترجمہ

مبلغ اسلام، فقیہ العصر، حضرت علامہ

الحاج مفتی عبدالرسول منصور الازہری

چیئرمین شرعی کونسل برطانیہ

بانی ادارہ مصباح القرآن ساہیوال

اردو دان طبقے کے لیے پہلی بار طبع ہو کر عنقریب منظر عام پر آرہی ہے

خصائص تفسیر الجیلانی

- ☆ نظم قرآنی کی خوشبو کو قلب و روح کی گہرائی میں اتارنے والی تفسیر
- ☆ ایک ایسی تفسیر جس کے ہر جملے سے توحید ذاتی اور توحید صفاتی کی تجلیاں بکھرتی ہیں
- ☆ شریعت کے پہلو بہ پہلو علم حقیقت کی بہار
- ☆ آیات وکلمات کی ترتیب اور باہمی ربط پر حیرت انگیز انداز بیاں
- ☆ پونے نو صدیوں پرانا تفسیر جیلانی کا مخطوطہ ملت اسلامیہ کے لیے نادر تحفہ
- ☆ پہلی بار محبوب سبحانی کی تفسیر کا اردو زبان میں ترجمہ اور تخریج
- ☆ ظاہری و باطنی علوم میں یکتا سیدی غوث الاعظم کے قلم کا تاریخی شاہکار
- ☆ وجود مطلق اور اس کی اسمائی وصفاتی تجلیات کے مظاہر پر لطیف اشارے
- ☆ سُوَرِ قرآنی کے آغاز میں بسم اللہ شریف کا ہر بار نیا تفسیری انداز اور نیا ترجمہ
- ☆ تفسیر جیلانی اور فتوح الغیب ایک ہی چشمۂ صافی سے پھوٹنے والی دو آبشاریں
- ☆ والی بغداد غوث الاعظم کے علم لدنی اور تقویٰ و فراست کا منہ بولتا ثبوت
- ☆ ایک ایسی تفسیر جس میں حال وقال کا حسین ملاپ اور ظاہر و باطن کا دلنواز سنگم دکھائی دیتا ہے
- ☆ قارئین کی سہولت کے لیے صوفیانہ اصطلاحات پر ایک تفصیلی مقدمہ
- ☆ علماء، ادباء اور صوفیاء کرام کی علمی، ادبی اور روحانی تسکین کا وافر اہتمام
- ☆ وتمت کلمة ربک سے نبی اکرم ﷺ کے مظہر ذات اور ختم نبوت پر ایمان افروز استدلال
- ☆ ایک علمی، اصلاحی اور تجدیدی کام جس نے درمیان اولیاء غوث الاعظم کو منفرد مقام عطاء کر رکھا ہے
- ☆ جسے مکتبہ مصباح القرآن ساہیوال ایک تاریخی کاوش کے طور پر شائع کر رہا ہے۔

مقامات تحصیل

☆ ادارہ مصباح القرآن مسعود ٹاؤن عارف روڈ ساہیوال PAKISTAN

040-4228412

☆ 65 GROVE .ST. REDDITCH

B98 8DL UK

01527595007

رابطہ: محمد منور نورانی

0300-6932918

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس شمارے میں

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ ﷺ (اظہاریہ)	علامہ احمد علی قصوری	۴
فضیلت عید بہاراں	مولانا محمد ناصر خان چشتی	۱۵
دلیلِ ربانی کی آمد	مولانا ابوالحسنین محمد فضل رسول	۲۷
محبت اور ادب رسول ﷺ	ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبیب صابری	۳۱
ربیع الاوّل کی بہار	پروفیسر عون محمد سعیدی	۴۵
حضور اقدس ﷺ سے محبت کیا ہے؟	مولانا محمد علی نقشبندی	۶۴
حیات النبی ﷺ	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۷۳
خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا	الحاج محمد اسحاق خان	۸۴
وفیات	ادارہ	۹۰
معجزۂ شق القمر اور جدید سائنس	سلطان منیر رضوی	۹۱
جنھیں زکوٰۃ دینا حرام ہے (رہنمائے زکوٰۃ)	پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری	۹۵
تبصرہ کتب	ادارہ	۱۰۷
اوقاتِ نماز	ادارہ	۱۱۲

منظومات

تحمید کبیر جل جلالہ	راجا رشید محمود	۳
تنعیت مصطفیٰ ﷺ	راجا رشید محمود	۳
عید میلا دالنبی ﷺ	محمد عبد القیوم طارق سلطان پوری	۲۵
بتلا دو گستاخ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے	صبیح رحمانی	۱۰۹
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی زمین میں	پروفیسر محمد حسین آسی	۱۱۰

ماہ نامہ نور الحبیب میں کاروباری اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کا ادارہ نور الحبیب ذمہ دار نہیں ہے۔
ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

قارئین نور الحبیب کو عید میلاد النبی ﷺ مبارک

تحمیدِ کبیر جل جلالہ

اٹھی ہوئی نہ دیکھی گئی تھی نقابِ ذات
دیکھی فقط حضور ﷺ ہی نے آب وتابِ ذات

تھا حضرتِ کلیم علیہ السلام تک تو اجتنابِ ذات
کھولی بس ایک رات خدا نے کتابِ ذات

انساں ہزار اشرف المخلوق ہے ، مگر
ممکن نہیں کہ ہو سکے وہ باریابِ ذات

جب تک نہ لایا خالقِ عالم حبیب ﷺ کو
ظاہر صفات کر کے ، رکھا بند بابِ ذات

دل میں لگن تو حاضری کی تھی حضور کی
اور ''اُدن مِنّی'' ان کے لیے تھا جوابِ ذات

اک مستقل حجاب تھا پہلے بھی ، اب بھی ہے
لیکن اٹھا حضور ﷺ کی خاطر حجابِ ذات

معراج میں کہا سنا جو کچھ تھا ، راز تھا
''اَوحٰی'' سے فاش ہوگیا رازِ خطابِ ذات

محمود جن کی دینِ نبی ﷺ سے ہو دشمنی
ہوتا ہے عام ایسوں کی خاطر عتابِ ذات

تنعیت مصطفیٰ ﷺ

آقا ﷺ کی زندگی پہ رہا ہے حصارِ ذات
توقیرِ مصطفیٰ ﷺ کا سبب ہے وقارِ ذات

لیتا ہوں لفظ ''ذات'' سے ذاتِ خدا مراد
ہر ایک شے پہ مانتا ہوں اختیارِ ذات

حکمِ نبی ﷺ پہ کعبے کو جاتے ہیں مومنین
دار القرارِ دہر ہوا ہے دیارِ ذات

''تِلْکَ الرُّسُل'' کی آیۂ رحماں نے دی خبر
سرکار ﷺ سب رسولوں میں ہیں شاہکارِ ذات

''مَن یُّطِعِ الرَّسُول'' نے سب کو بتادیا
ہے ہر مطیع آپ ﷺ کا ، طاعت گزارِ ذات

اعلامیہ سے قصرِ دنا کے کھلا کہ ہیں
سرکارِ عالمین ﷺ فقط رازدارِ ذات

دیکھا جو سر کی آنکھ سے رب کو حضور ﷺ نے
تا حشر ان ﷺ کی ذات بنی اشتہارِ ذات

محبوب سے تھا عرش پر محبوب کا ملن
یوں مل گئے نگارِ صفات و نگارِ ذات

اس کی زباں پہ نعت بھی ، حمدِ خدا بھی ہے
محمود عندلیب نبی ﷺ ہے ، ہزارِ ذات

راجا رشید محمود

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(علامہ اقبال)

علامہ احمد علی قصوری
صدر مرکز اہل سنت پاکستان

Narse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

سنہ عیسوی ۲۰۱۰ء کے آخری روز، ۳۱ دسمبر، جمعۃ المبارکہ کو چشم فلک نے سرزمین پاکستان پر کروڑوں تڑپتے دلوں، رنج والم میں لتھڑے چہروں، غم وغصے سے بھرے جذبوں اور طوفانوں میں ڈھل جانے والی اضطرابی لہروں کے کئی مناظر دیکھے۔ چھوٹے بڑے شہروں کی طرح بلکہ حسب روایت آگے بڑھ کر زندہ دلانِ لاہور ریلیوں کی صورت میں سڑکوں پر آگئے، تاجروں نے احتجاجاً شٹر ڈاؤن اور تالہ بند ہڑتال کر کے کاروبار بند کر دیے اور جملہ عاشقانِ رسول اپنے اپنے رنگ و آہنگ کے ساتھ سراپا احتجاج بن گئے۔ علماء وخطباء نے آج خطبات جمعہ میں قرآن وسنت اور تاریخ اسلام کی روشنی میں دیگر احکامِ اسلام اور دینی حکمتوں کے ساتھ اس مرکزی ایمانی نکتے کو بطور خاص اجاگر کیا، جسے حکیم الامت، مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس رنگ میں بھی بیان فرمایا ہے:

مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دین   ہست حب رحمۃ للعالمین

ان سارے احتجاجی مناظر اور مطالبات کے پس منظر میں عالمی، ابلیسی، طاغوتی، سامراجی، متحد و منظّم قوتوں کی تائید وسرپرستی میں ہمارے وطن عزیز میں آباد لادین عناصر، غیر مسلم محدود اقلیتی ایجنٹوں اور مختلف شعبہ ہائے حیات سے وابستہ اخلاق باختہ مرد وزن اور اپنی پروردہ این۔ جی۔ اوز کے ذریعے عالم اسلام کی اب تک کی واحد ایٹمی طاقت پاکستان کے اندر چند پرانے فتنوں کو نئے حربوں سے لیس کر کے شورش بپا کرنے اور اس کی نظریاتی بنیادوں کو تہس نہس کرنے کی سازش کارفرما ہے۔

اہل بصیرت سے یہ امور مخفی نہیں ہیں کہ کچھ عرصہ سے مختلف حیلے حربے استعمال کرتے ہوئے پاکستان میں آباد سیکولرازم کی آڑ میں اپنی شعوری یا غیر شعوری لادینیت کو چھپانے والے عناصر نے اپنے دیگر مذموم عزائم کے ساتھ ساتھ پاکستان کی بعض دستوری اور قانونی شقوں کو بطور خاص نشانہ بنایا ہوا ہے۔ انہیں نہ تو ریاست کے نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں اسلام کا لفظ پسند ہے اور نہ اس کے آئین میں یہ الفاظ پسند ہیں کہ یہاں ''قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا''۔ ان مادر پدر آزادی کے علم برداروں کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ برصغیر ہند میں ریاست مدینہ کی پیروی میں نظریہ اسلام کی بنیاد پر مسلمانوں کے لیے ایک الگ مملکت کی تشکیل دینے کی فکر سے لے کر عملی جامہ پہنانے کی منزل تک مفکرین، قائدین، مجاہدین، علماء وشہداء اور عامۃ المسلمین نے اتنے ٹھوس اور گہرے نقوش ثبت کر رکھے ہیں کہ ان کے مٹائے نہیں مٹتے۔ متذکرہ بالا عناصر کو اپنے بیرونی آقاؤں کی ہمہ پہلو اشیر باد اور ہمہ نوع اعانت و سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے، یہ کج رو دانش ور اور احمق فلسفی خود بھی بڑی چالیں چلتے ہیں اور روپ بہروپ کا کھیل بھی کھیلتے رہتے ہیں۔ یہ تاریخ میں موجود مذکور کس طبقے کی معنوی اولاد ہیں، یہ قرآنی الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں کہ ان کا کردار وانجام کیا ہے:

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ○---[التوبۃ:۱۴]

(مفہوم) ''اور جب (یہ دوغلے بہروپیے پلپلے) ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے۔ (دین ہمارا اسلام ہے، ہم بھی کلمہ پڑھتے ہیں، ہم بھی مسلمان ہیں) اور جب اپنے شیطان ساتھیوں کے ساتھ خلوتوں میں ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ (جو کچھ وہاں پہلے کہا تھا وہ کیا تھا؟ بس یونہی وہ جو سچے مخلص مسلمان ہیں) انہیں ہم بے وقوف بنا رہے تھے''---

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ○---[البقرۃ:۱۶،۱۵]

(مفہوم) ''اللہ ان کی مت مار دیتا ہے (انہیں رسوا کر دیتا ہے) اور ان کی رسی دراز کرتا ہے (ڈھیل دیتا ہے کہ سنبھل جائیں مگر وہ) سرکشی میں اندھے ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے، ان کے دھندے نے نفع نہیں دیا اور نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں''---

یہ تو خدائے علیم وبصیر کی شان ہے، وہ تو اپنے حبیب ﷺ کی رحمت کے صدقے ان کے غلاموں کو ایسا نور عطا فرما دیتا ہے کہ جس کے ذریعے منافقوں کی چالیں بے نقاب ہو کر ناکام ہو جاتی ہیں۔

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ، فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ---[الحدیث]

''مومن کی فراست (ایمانی بصیرت) سے ڈرو کہ وہ اللہ کے (عطا کردہ) نور سے دیکھتا ہے''---

بہر رنگے کہ جامہ خواہی مے پوش　　من انداز قدت را می شناسم

''(اے دشمن دین منافق) تو جس رنگ کا مرضی لبادہ اوڑھ لے میں تیرے قد کاٹھ (حرکات وسکنات) سے ہی تجھے تاڑ لیتا ہوں''---

سب کو معلوم ہے کہ پاکستان میں موجود ان عناصر نے اپنی اخلاقی خباثتِ نفسی، گمراہی پر مبنی بدعقیدگی اور فکری ژولیدگی کی بنا پر تین قانونی شقوں کو بطور خاص ٹارگٹ کیا ہوا ہے اور انہیں وہ مختلف تقریروں، تحریروں، مذاکروں، مباحثوں، ڈراموں اور بیانات ومطالبات کی صورت میں زیر بحث لا کر اونچے نیچے سُر الاپتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ:

❶ قادیانیوں، مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ غلط ہے، اسے بدل دینا چاہیے۔

❷ شناختی کارڈ بنوانے کے لیے پُر کیے جانے والے درخواست فارم میں سے وہ کالم حذف کر دیا جائے جس میں حلفاً ختم نبوت کا اقرار اور مرزائیت کا انکار کرنا ہوتا ہے۔

❸ بیرون ملک جانے کے لیے پاکستانی پاسپورٹ میں جو مذہب کے خانہ میں مرزائیوں کو بطور غیر مسلم لکھا جاتا ہے، وہ غلط اور واجب التبدیل ہے۔

ان امور میں اپنے بیرونی آقاؤں کی مکمل تائید وحمایت رکھنے کے باوجود مذکورہ عناصر اب تک اپنے مذموم عزائم کو عملی جامہ پہنانے اور اپنے غلیظ مقاصد کے حصول میں ناکام ونامراد ہیں اور نہ ہی اب تک کسی حکومت کو یہ جرأت ہوئی ہے کہ وہ ان لغو مطالبات کو منظور کرے۔

اس اظہاریہ میں یہ امر خصوصی طور پر ملحوظ خاطر رہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کا ایمان افروز فیصلہ ۱۹۷۴ء کے اندر ''پاکستان پیپلز پارٹی'' کے بانی جناب ذوالفقار علی بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے دور میں عوام کی دیرینہ آرزو کی تکمیل اور پرزور مطالبے کی تائید پر قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی قومی اسمبلی میں پیش کردہ ایک قرارداد کے متفقہ طور پر پاس ہونے کے نتیجے میں آئین پاکستان کا حصہ بنا تھا جو کہ اب تک موجود ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ العزیز برقرار رہے گا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے　　نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے　　جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

[اعلیٰ حضرت احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ]

تمام عالمی، طاغوتی، ابلیسی، سامراجی، صیہونی، صلیبی اور دیگر لادینی تخریبی قوتیں اس حقیقت کو اچھی طرح اور درست طور پر سمجھتی ہیں کہ جب تک امت مسلمہ کا قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدہ وایمان اور عشق ومحبت کا رشتہ رہے گا، اس وقت تک اسے تباہ وبرباد نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ شروع سے مسلمان اپنے آقا ومولیٰ حبیب خدا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومنصب اور عزت وناموس کے تحفظ کے حوالے سے بڑے حساس اور جذباتی واقع ہوئے ہیں۔ مفکر پاکستان، عاشق مصطفیٰ اس عقیدے

اور والہانہ طرز عمل کی یہ کہتے ہوئے تائید وحمایت کرتے ہیں کہ:

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ ﷺ

یعنی اے امتی! تیرے آقا ومولا ﷺ کی عزت وناموس پر اگر کوئی بد بخت زبان درازی کرے اور ابلیسی دانش برہانی استعمال کرنے لگے تو جواباً دیوانہ ہوجا، کہ تیرے ایمان کے تحفظ کا تقاضا یہی ہے، اگر کوئی وسوسہ اندازی کرے تو جواباً نظام مصطفیٰ ﷺ یعنی اسلام کے نظام رحمت کے لیے عقلی دلائل سے اس کی برتری ثابت کی جائے، لیکن اگر مقام مصطفیٰ ﷺ کی بات آئے تو عقل کو قربان کردو کہ اس کے کثیر پہلو عقل انسانی سے ماوراء اور اس کی رسائی سے باہر ہیں اور وہاں عقل کی فرزانگی نہیں بلکہ عشق کی دیوانگی کام آتی ہے، جیسا کہ تاریخ میں موجود دیگر عشاقان مصطفیٰ کی طرح ملک ممتاز حسین قادری نے روایت عشق ومستی کو دہرایا ہے۔ علامہ محمد اقبال کی یہ دعا قابل ملاحظہ ہے:

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں مرے مولا! مجھے صاحبِ جنوں کر

صد کتاب و صد ورق در نار کن روئے دل را جانبِ دل دار کن

اسلام اور کفر اور حق وباطل کے پہلے معرکے غزوۂ بدر کا صرف ایک منظر ذہن میں لائیں کہ جب دو نو عمر لڑکے (ننھے صحابی بھائی حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہما) ایک بزرگ صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھ رہے ہیں کہ بابا! ذرا یہ تو بتائیں کہ لشکر کفار میں وہ ابوجہل کون سا ہے؟

کہا، بچو! تم اس کو کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟ ننھے عاشقوں اور مجاہدوں کا جواب پاکستان کے قومی ترانے کے خالق جناب حفیظ جالندھری کے زیر قلم آیا کہ وہ یوں بولے!

قسم کھائی ہے مرجائیں گے یا ماریں گے ناری کو سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری ﷺ کو

بس ہر سچے مسلمان کا شروع دن سے لے کر آج تک یہی عقیدہ ہے اور یہی عمل ہے اور چاہے کسی کو کتنا ہی ناگوار گزرے، عشق مصطفیٰ ﷺ کے اسی انداز واظہار کا نام ہی ایمان اور اسلام ہے، یہی اللہ کی مشیت ورضا ہے، یہی امت کی شہ رگ ہے کہ جس کی بقا میں امت کی بقا ہے اور اگر یہ شہ رگ کٹتی ہے تو یقیناً امت کی مکمل فنا ہے۔ رہا معاملہ ان نام نہاد مسلمان کہلانے والے دانش وروں (درحقیقت پرلے درجے کے احمقوں) کا، لٹر پٹر بیگمات اور ان کی این۔ جی۔ اوز کا، بے حیائی پھیلانے والے T.V چینلز کے مالکان اور ان کے زبان دراز بے غیرت اینکر پرسنز کا، تحفظ ناموس رسالت کے مسئلہ پر کھوکھلا، دوغلا، منافقانہ اور بودا موقف اختیار کرنے والے بے شرم حکمرانوں، سیاست دانوں اور ان کے ہم نواؤں کا، صحافت، تجارت کے عنوان سے حرام دولت جمع کرنے اور گمراہی پھیلانے والے اخبارات ورسائل کے مالکان اور ان کے ملازمین کا، تو ان میں سے ہر ایک اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا ہی سوچ لے کہ فی الوقت وہ زمین کے سینے پر اگر ''خوفِ خدا اور شرم نبی، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں'' کا مرقع بنا پھرتا ہے، مگر آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں، آخر ایک نہ ایک دن یقیناً مرنا اور زمین کے پیٹ میں جانا ہے۔ عقائد اسلام کے مطابق قبر کے سوالات میں

جب حضور ﷺ کی ذات ومنصب کے بارے میں وہاں پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟

چند خوانی حکمت یونانیاں حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

''یونانیوں کی (احمقانہ وسفیہانہ) حکمت تو پڑھتے ہی رہتے ہو، اہل ایمان کی (حقیقی) حکمت بھی پڑھو''---

علاج آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں [علامہ اقبال]

پیش تر اس کے کہ ملکی اور عالمی سطح پر رونما ہونے والے حالیہ دو واقعات کا ذکر کیا جائے، تحفظ قرآن اور تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے تعزیرات پاکستان کی ان شقوں پر ایک نظر ڈال لی جائے، جنھیں آج کل ''تمام گل بکاؤلیاں اور تمام بقل بتورے[ا]'' مل کر تبدیل کرانے کے لیے شور وغوغا اور غل غپاڑہ کر رہے ہیں۔

دفعہ 295-B

''جو فرد قرآن پاک یا اس میں سے کسی اقتباس کی دانستہ بے حرمتی کرے، نقصان پہنچائے یا بے ادبی کرے یا اسے کسی معیوب یا غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرے، اسے کسی معیوب یا غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرے تو اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی''---

دفعہ 295-C

''جو فرد الفاظ کے ذریعے، خواہ منہ سے بولے جائیں یا لکھے جائیں یا نظر آنے والے نمونوں سے یا تہمت یا بے ادبی سے اشارۃً، کنایۃً، بلاواسطہ یا بالواسطہ نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متبرک نام کی بے حرمتی کرے تو اسے سزائے موت یا عمر قید دی جائے گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا''---

WWW.NAFSEISLAM.COM

بنیادی انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے والے/والیاں، ہمارے حکمران اور زیر بحث حساس ایمانی مسئلے پر چپ سادھ لینے والی سیاسی جماعتیں اور سیاسی رہنما ہمیں بتائیں کہ ان دونوں شقوں میں کیا چیز غلط ہے اور کیوں غلط ہے؟ سوچیں اور فیصلہ کریں کہ اگر ایک مسلم ریاست میں قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کی عزت وحرمت کا قانونی طور پر تحفظ نہیں ہو سکتا اور ہم شہریانِ ریاست اپنی بساط کی حد تک ممکنہ طور پر ان کی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے کے قابل بھی نہیں رہتے تو کیا ایسا ملک، مسلمان ملک کہلانے کا حق دار ہوگا؟

اب ذرا یہ بھی غور کر لیا جائے کہ ایک ملعون امریکی پادری ٹیری جونز جب یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم جلا دیے جائیں یا ڈبو دیے جائیں یا فائرنگ سکواڈ کے ذریعے ان کے پرخچے اڑا دیے جائیں اور یہ کہ میں

ا......بیل رے بیل، تجھے چور لے جا رہے ہیں۔ ہمیں کیا، ہم نے تو چارا کھانا ہے، جہاں سے بھی مل جائے۔ بابا بُلھے شاہ قصوری کی ذاتی وضع کردہ لغوی اصطلاح میں ''بقل بتورا'' انسانی شکل میں وہ دوٹنگا جانور ہے، جو اپنی سفلی، حیوانی خواہشات کی تکمیل اور پاپی پیٹ کی خاطر سب کچھ کہنے اور سب کچھ کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ملتا ہے۔

اپنے چرچ میں ۲۶ / مارچ کو قرآن پر مقدمہ چلا کر ثابت کروں گا کہ دنیا بھر میں دہشت گردی کا منبع اور سرچشمہ یہی کتاب ہے۔ دوسری طرف مسیحی دنیا کا سب سے بڑا پوپ بینڈکٹ، ویٹی کن سٹی میں ۱۷۱ ملکوں کے سفیروں کے سامنے یہ بھاشن دے کہ پاکستان کے قوانین میں دفعہ 295-C غلط ہے، اسے تبدیل کیا جانا چاہیے، کیوں کہ غیر مسلموں کے خلاف غلط طور پر استعمال ہوتی ہے، بالخصوص مسیحی اقلیت پر اس قانون کے ذریعے بہت ظلم کیے جاتے ہیں اور تحکمانہ لہجے میں یہ بھی کہے کہ آسیہ نامی مسیحی عورت کو رہا کیا جائے، تو اس سے زیادہ ہمارے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت کا ثبوت کیا ہوسکتا ہے۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے تصویر کے دوسرے رخ کے طور پر ''تعزیراتِ پاکستان'' کی متعدد دفعات میں سے صرف تین کے الفاظ قابل ملاحظہ ہیں:

دفعہ 193 بابت جھوٹی شھادت کی سزا Punishment of false evidence

''جو فرد عدالتی کارروائی کے کسی مرحلہ میں ارادۃً جھوٹی گواہی دے یا اس غرض سے جھوٹی شہادت گھڑے کہ وہ عدالتی کارروائی کے کسی مرحلہ میں کام لائی جائے تو اس کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی، جس کی میعاد سات برس تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا''---

دفعہ 194 سنگین جرم میں سزا دلانے کی نیت سے جھوٹی شھادت دینا یا گھڑنا

Giving or fabricating false evidence with intent to procure conviction of capital offince.

''جو فرد اس نیت سے جھوٹی گواہی دے یا گھڑے کہ اس سے وہ کسی شخص کو Capital offence (جرم کبیرہ) کی سزا دلوائے تو اس صورت میں غلط شہادت دینے والے کو عمر قید یا دس سال قید با مشقت اور جرمانے کی سزا دی جائے گی۔ اور اگر کوئی بے گناہ شخص اس جھوٹ کی وجہ سے سزایاب ہوکر پھانسی پا جائے تو اس شخص کو جس نے ایسی جھوٹی گواہی دی ہو یا تو سزائے موت دی جائے گی یا اوپر بیان شدہ کوئی بھی سزا دی جاسکے گی''---

دفعہ 195

''کسی ایسے مقدمہ میں جھوٹی شہادت دینا یا گھڑنا جس کی سزا عمر قید یا سات سال قید یا اس سے زیادہ ہو تو اس صورت میں جھوٹی شہادت دینے اور گھڑنے والا اسی سزا کا مستحق ہوگا جو متعلقہ دفعہ کے تحت ملزم کو (جرم ثابت ہونے پر) مل سکتی ہو''---

قارئین گرامی! ملکی سے لے کر عالمی سطح تک یہ چھوٹے چھوٹے، بڑے بڑے، کافر، مشرک، منافق، بے ادب، گستاخ، پڑھے لکھے گمراہ، شیطان، شتونگڑے، پاپی، پوپ اور ان کے چیلے سادہ لوحی میں یا اپنی

شہوات وخواہشات نفسانی کی تکمیل کے لیے جان بوجھ کران کی ہاں میں ہاں ملانے اور پیروی کرنے والے/ والیاں جو کچھ کرتے کراتے پھر رہے/رہی ہیں، ان سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، کہ یہ ہمارے لیے نیا سلسلہ نہیں ہے۔

ایک چینی کہاوت کچھ یوں ہے کہ ایک جنگل کے درختوں پر ٹھکا ٹھک کلہاڑے چل رہے تھے اور وہ کٹ کٹ کر دھڑ ادھڑ گر رہے تھے، یہ درخت اپنے جنگل کے سب سے بوڑھے درخت سے فریاد کرتے ہیں کہ ہمیں اس تباہی و بربادی سے بچنے کے لیے کچھ بتایئے۔ بوڑھے نے کہا کہ جن کلہاڑوں سے تمہیں کاٹا جارہا ہے، ان کے دستے دیکھو، سب لکڑی کے ہیں۔ اپنی لکڑیوں کو سمجھاؤ کہ وہ دشمن کے آہنی کلہاڑوں کے دستے کے طور پر استعمال نہ ہوں، وگرنہ ہم سب تباہ ہوتے رہیں گے۔

آگ ہے، اولاد ابراہیم ہے، نمرود ہے　　کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

مسلماں لاکھ بودے ہوں مگر نام محمد ﷺ پر

خوشی سے اب بھی حاضر ہیں وہ اپنے سر کٹانے کو　[مولانا ظفر علی خان]

دشمنانِ اسلام میں شروع سے لے کر آج تک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے گمان کے مطابق لا الٰہ الا اللّٰہ مانتے ہیں اور محمد ابن عبداللہ بھی مانتے ہیں، جھگڑا اور اختلاف تو محمد رسول اللہ پر ہے، جو اہل ایمان کے نزدیک خاتم الانبیاء بھی ہیں اور سید الانبیاء بھی ہیں۔ آیئے ٹھیک ۱۴۳۲ سال پیچھے نبوت کے تیرہویں اور مکی زندگی کے آخری سال مکہ مکرمہ کے پارلیمنٹ ہاؤس (دارالندوہ) میں ایک خصوصی اور ہنگامی اجلاس کا منظر دیکھیں، یہ بنو مخزوم سے ابوالحکم عمرو بن ہشام (تاریخ کا ابوجہل)، بنونوفل کا طعیمہ بن عدی، بنو عبدشمس کا عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب، بنوجمح سے امیہ بن خلف، بنوسہم سے بنیہ بن حجاج اور منبہ بن حجاج، بنوعبدالدار سے نضر بن حارث، غرضیکہ قریش سمیت بڑے بڑے قبائل کے سرکردہ سردار اور رؤسا، ملکے کی غیر مسلم اکثریت کے نمائندگان کی حیثیت سے شریک اجلاس ہیں۔ بھانت بھانت کی تجویزیں اور قراردادیں حضور ﷺ کے خاتمے اور روز بروز پھیلتے ہوئے نور اسلام کو بجھانے کے لیے پیش ہو رہی ہیں، مثلاً یہ کہ آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا جائے، جلاوطن کر دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ اسی میٹنگ میں ابلیس ایک بوڑھے نجدی کی صورت میں موجود ہے، جو پیش کی گئی تجاویز کی خامیاں بتا کر مسترد کر دیتا ہے، بالآخر ابوجہل کی پیش کردہ یہ تجویز ابلیس نجدی کی تائید سے پاس ہو جاتی ہے کہ تمام قبائل سے چند تجربہ کار تیغ زن نوجوان چن لیے جائیں اور وہ یک بارگی اس وقت حضور پر ٹوٹ پڑیں جب وہ تہجد کے وقت عبادت کے لیے خانہ کعبہ جانے کے لیے گھر سے نکلیں۔ اس متحدہ قتل کا بدلہ اگر حضور کے خاندان والے لینا بھی چاہیں تو کس کس سے لیں گے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ان اوّلین دشمنوں کی متحدہ قوت حضور پاک ﷺ کو مٹا سکی؟ نور اسلام کی اشاعت رک گئی یا اس کے بعد کئی گنا بڑھ گئی؟

مکہ کے دارالندوہ سے امریکہ کے وائٹ ہاؤس (قصر صدارت) اور پینٹا گون (امریکی عسکری ہیڈ کوارٹر) تک،

ابلیس وابوجہل سے پوپ بینڈکٹ اور پادری ٹیری جونز تک، عراق وافغانستان میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی سمیت ۵۷ ملکوں کی متحدہ فوجیں مکمل فتح حاصل کرسکی ہیں؟ کیا اسلام کا جادو سر چڑھ کر نہیں بول رہا کہ ان کے اپنے ذرائع ابلاغ کے مطابق پورے یورپ، امریکہ، برطانیہ وغیرہ میں تمام تر رکاوٹوں کے باوجود سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

اتنا ڈر غیروں سے نہیں، جتنا افسوس اپنے احمقوں پر ہے۔ جو کبھی لالچ، کبھی خوف، کبھی فریب، کبھی دباؤ میں آ کر اپنا ضمیر، اپنا دین، اپنا ایمان، اپنا وطن، اپنی عزت وغیرت سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔ ’’زبانی زبانی مسلمان‘‘ کہلائے جانے کے خواہش مند سلمان رشدی اور سلمان تاثیر جیسے رویوں میں نمودار اور غائب ہوتے ہیں:

جعفر از بنگالہ و میر از دکن ننگ ایماں، ننگ دیں، ننگ وطن

قانونی موشگافیوں کی آڑ میں اپنی ژولیدہ فکری، ذہنی آوارگی اور گمراہی چھپانے کی سرتوڑ کوششیں کرنے والے وسوسہ اندازی کے لیے کبھی کہتے ہیں کہ تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو بدلیں کیوں کہ یہ جنرل ضیاء الحق نے بنایا تھا اور یہ کہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں ردو بدل تو ہوتا رہتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ضابطہ تو خالق کائنات نے بنایا ہے اور سرزمین پاکستان میں جنرل ضیاء الحق نے انفرادی طور پر نہیں بنایا بلکہ قومی اسمبلی نے بحث وتمحیص کے بعد اس کی منظوری دی ہے۔ بعد میں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں ڈیڑھ سال تک زیر سماعت رہ کر تصدیق ہوا ہے۔ دانش وری کے کچھ ٹھیکیدار یہ فرماتے ہیں کہ قانون نہیں بدلنا تو اس کا طریقہ کار بدل دیں، کیوں کہ اس کے غلط استعمال کے امکانات بلکہ واقعات پائے جاتے ہیں۔ چوں کہ گستاخ رسول کو سب سے بڑی سزا یعنی سزائے موت ملتی ہے، اس لیے اسے بدل دینا چاہیے۔

محبان دین ووطن کا موقف یہ ہے کہ ہاں قانون کا غلط استعمال واقعی غلط ہوتا ہے مگر اس کا حل یہ ہے کہ قانون کے غلط استعمال کرنے والے کو سزا دی جائے، نہ کہ قانون ہی بدل دیا جائے۔ ناک پر اگر مکھی بیٹھی ہے تو مکھی کو اڑانا چاہیے نہ کہ ناک ہی اڑا دی جائے۔ کتا اگر مسجد میں گھس گیا تو اسے باہر نکالیں گے، نہ کہ مسجد ہی گرا دیں۔ پھر پاکستان میں بدقسمتی کی متعدد وجوہ کی بنا پر واقعاتی حقیقت یہ ہے کہ کون سا قانون ایسا ہے، جس کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی؟ کیا ہماری جیلوں میں جھوٹے مقدمات میں پھنسائے گئے کثیر تعداد میں بے گناہ عورتوں اور بچوں سمیت بہت سے قیدی موجود نہیں ہیں؟ تو پھر تبدیلی صرف اور صرف تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں کیوں؟ سطور بالا میں تعزیراتِ پاکستان کی محولہ ان شقوں کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں کہ جن میں من گھڑت جھوٹا الزام لگانے والے اور جھوٹی شہادت دینے والوں کے لیے جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سات سال قید، دس سال قید با مشقت، مالی جرمانہ، عمر قید سے لے کر سزائے موت تک کا قانون موجود ہے تو پھر صرف تحفظ ناموس رسالت کو ڈیل کرنے والی دفعہ ہی کیوں تبدیل کی جائے؟ ہم اس حق میں ہیں کہ جو احمق اور بدبخت جان بوجھ کر کسی پر توہین رسالت کا

جھوٹا الزام لگائے، اسے حسب قانون وانصاف سزا ضرور ملنی چاہیے۔

از پاکستان تا امریکہ وانگلستان، مسئلہ تحفظ ناموس رسالت پر از سرنو بحث مباحثہ کا آغاز آسیہ مسیحہ کو توہین رسالت کے جرم میں ایک پاکستانی عدالت سے سزائے موت سنائے جانے کے بعد ہوا۔ زیادہ تیزی اس وقت آئی جب پاکستان پیپلز پارٹی کے ایک پرانے جیالے اور صوبہ پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر نے جیل میں جا کر مجرمہ سے نہ صرف خصوصی ملاقات کی بلکہ اس کی رہائی کے لیے پیپلز پارٹی کے کو چیئر پرسن اور صدر مملکت آصف علی زرداری سے سفارش کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ اس سے آگے بڑھ کر یہ کہ ایک سے زیادہ مرتبہ تحفظ ناموس رسالت کے لیے بنائے گئے قانون کو معاذ اللہ ''کالا قانون'' قرار دیا، جس سے پورے ملک میں سخت اشتعال پھیلا، جلسے، جلوس، ریلیاں، خطبے، شٹر ڈاؤن ہڑتالیں ہوئیں۔ بعد میں سال نو ۲۰۱۱ء کے پہلے ہفتے ۴رجنوری کو گورنر کی سیکیورٹی پر متعین ملک ممتاز اعوان قادری نامی سرکاری گارڈ نے اسے گستاخِ رسول سمجھ کر سرکاری رائفل سے قتل کر دیا۔ اب تک جاری اور قیامت تک ختم نہ ہونے والی بحث اور محاذ آرائی میں بنیادی سوال صرف ایک ہے، جو اپنے ظہور کے اعتبار سے بالکل تازہ، لیکن اپنی اصلیت ونوعیت کے اعتبار سے اتنا ہی پرانا ہے جتنی کہ انسانی تاریخ ہے۔

سوال یہ ہے کہ ملک ممتاز قادری درست ہے یا سلمان تاثیر؟ سلمان کو شہید ٹھہرانے والے روشن خیال، ترقی پسند، جیالے جیالیاں، انسانی حقوق کے چیمپئن پپے بیبیاں، قانونی موشگافیوں کی آڑ میں ابلیسانہ استدلال والحاد کا کھیل پسند کرنے والوں (غیر مسلم اقلیتوں میں سے بیرونی طاقتوں کی بوجوہ خاص دلالی کرنے والے افراد) کا کہنا ہے (جو کہ مختلف شعبہ ہائے حیات میں بڑی موثر حیثیتوں اور وافر مالی وسائل کے حامل، عالمی الحادی قوتوں کی مہیا کردہ ہمہ پہلو سرپرستی سے مالا مال وخوش حال ہونے کے باوجود تعداد میں ابھی تک تھوڑے ہیں) کہ ملک ممتاز قادری نے نہ صرف اپنے سروس رولز کی خلاف ورزی کی ہے اور ملکی قانون کو توڑا ہے، بلکہ ایک انسان کے قتل ناحق کی صورت میں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے۔ اسے یہ حق کیسے اور کہاں سے حاصل ہو گیا کہ خود ہی کسی کو گستاخ رسول قرار دے کر قتل کر ڈالے؟ اس کے مدمقابل پاکستان میں موجود تمام اسلامی مکاتب فکر کے جید علماء کرام، مفتیان عظام، مذہبی اداروں اور تنظیمات کے ذمہ داران اور ان کی حمایت و پیروی میں محبان دین وکلاء، عاشقان مصطفیٰ، تاجران، طلبہ و طالبات اور کروڑوں عوام یہ پوچھتے ہیں کہ سلمان تاثیر کو یہ حق کس نے دیا تھا کہ وہ عدالت کی طرف سے سزا یافتہ مجرمہ سے جیل میں جا کر خصوصی ملاقات کرے اور اسے خود ہی بے گناہ قرار دے ڈالے؟ کیا اس نے اپنی گورنری کا منصب سنبھالتے وقت آئین وقانون کی پابندی کا جو حلف اٹھایا تھا، وہ نہیں توڑا؟ کیا اس نے عدالت سے سزا یافتہ (اور وہ بھی گستاخیٔ رسول کے جرم کی) مجرمہ کو بے گناہ قرار دے کر توہین عدالت نہیں کی؟ کیا اس نے ''تحفظ ناموس رسالت'' کے شرعی اور ملکی قانون کو متعدد مرتبہ ''کالا قانون'' کہہ کر توہین رسالت نہیں کی؟ یہ اور اسی قبیل کے دیگر متعدد سوالات ہیں جنہیں ہم نے سطور بالا میں انسانی تاریخ جتنے قدیم اور ہمیشہ متنازعہ رہنے والے قرار دیا ہے۔ دیکھ لیں

قرآن میں پہلے انسان کو عزت وفضیلت عطا کر کے جب خالق کائنات نے اپنی قریب ترین نوری مخلوق اور ناری مخلوق کی اہم ترین نمائندہ شخصیت عزازیل کو آدم علیہ السلام کی عزت وفضیلت تسلیم کر کے ان کے سامنے جھکنے کا حکم دیا، تو تسلیم وانکار اور احترام وگستاخی کے دو رویے سامنے آئے۔ فرماں بردار اور ادب والے جھک گئے اور گستاخ ونافرمان اکڑ گیا۔ قرآن کریم نے بتایا کہ ﴿اَبٰی﴾ اس ابلیس نے انکار کیا ﴿وَ اسْتَكْبَرَ﴾ اس نے تکبر کا اظہار کیا، ﴿وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ﴾ اور وہ کافروں میں ہو گیا۔

اس پہلے گستاخ نبی، گستاخ خدا سے اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ﴾ ''جب میں نے تمہیں (آدم کی عزت وناموس تسلیم کرنے کا) حکم دیا تھا تو تجھے کس (سوچ یا) چیز نے روکا کہ تو نے سجدہ نہیں کیا''۔ اس کے جواب واستدلال کے دو پہلو انتہائی اہمیت کے حامل ہیں، جو کہ نہ صرف سمجھے جانے بلکہ مستقلاً ملحوظ خاطر رکھنے لازم ہیں اور اسی لیے ہمیں ان صفحات میں معمول کی گنجائش نہ ہونے کے باوجود یہ طوالت اختیار کرنا پڑی ہے۔ وہ جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ:

﴿خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ﴾---

''اے اللہ! مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو تو نے مٹی سے پیدا کیا''---

یہ دونوں باتیں صداقت اور حقیقت پر مبنی ہیں اور ان کے حسن اور کشش کا انکار ممکن نہیں ہے، لیکن فیصلہ کن جملہ اس سے اگلا ہے، جب وہ یہ کہتا ہے کہ ﴿اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ﴾ میں اس (آدم) سے بہتر ہوں۔ اس مکالمہ ومباحثہ میں غلط اور صحیح عقیدے کا معیار اور اصول عطا کرنے والا اور ہمیشہ لازماً ملحوظ رکھے جانے والا اہم ترین نقطہ یہ ہے کہ جزوی صداقتیں اس وقت ہی درست قرار پا سکتی ہیں جب ان سے آخری نتیجہ بھی درست اور سچا نکالا جائے۔ ادھورے سچ ہمیشہ جھوٹ ہوتے ہیں۔ عمارت میں استعمال ہونے والا میٹریل اینٹیں، ریت، سیمنٹ سریا وغیرہ ایک ہی ہوتا ہے لیکن بنائی گئی عمارت کی آخری شکل دیکھ کر ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کوٹھی ہے یا شراب خانہ، یہ مسجد ہے یا مندر یا گوردوارہ یا گرجا۔ دوسرا نکتہ اس میں یہ ہے کہ شیطان مردود کی طرف سے دیے گئے جواب میں پہلے دونوں جملے اس لیے سچے ہیں کہ وہ اللہ کی مشیت وصنعت کی مطابقت اور متابعت میں کہے گئے ہیں، لیکن اس سے آگے بڑھ کر جب اس نے صرف عقل وفلسفہ پر انحصار کر کے غلط رائے قائم کر لی اور پھر اس کا اظہار بھی کر دیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ملعون ومردود قرار پا گیا۔ قرآن کریم کے عطا کردہ اس اعتقادی رہنما اصول کے اس اظہاریہ میں رقم کرنے کی غرض وغایت یہ واضح کرنا ہے کہ آج بھی گمراہی کا سب سے بڑا سبب اور ذریعہ یہی عقل محض اور مجرد فلسفہ ہے۔ اس کا یہ منفی مطلب نہ نکالا جائے کہ عقل کو ہی خدانا خواستہ کوئی بے کار چیز قرار دے رہے ہیں، ہمارا موقف یہ ہے کہ عقل، انسان کو اللہ احکم الحاکمین کا عطا کردہ وہ امتیازی وصف ہے جو باقی ساری مخلوقات سے اسے ممیّز وممتاز بنا دیتا ہے اور اسی کے ذریعے تسخیر کائنات اور غلبہ بر دیگر مخلوقات قائم ہوتا ہے۔ لیکن خالق کی ساری حکمتوں اور کائنات کی ساری حقیقتیں محض عقل کی گرفت میں نہیں آسکتیں:

❶ گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے [علامہ اقبال]

❷ عقل کو تنقید سے فرصت نہیں عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ [علامہ اقبال]

❸ عرش پہ جاکے مرغ عقل تھک کے گرا غش آ گیا اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے [امام احمد رضا]

❹ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی [علامہ اقبال]

عقل محض کے خیالی گھوڑے دوڑانے والے گمراہ موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ابلیس نے انکار کیا تو ٹھیک کیا، کیوں کہ غیر اللہ کے سامنے جھکنا غلط ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے نمرودی آتش میں چھلانگ لگا کر غلط کیا کہ یہ تو اقدام خودکشی تھا۔ فاتح مکہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر اور گرد و نواح سے بتوں کو ہٹا کر، گرا کر غلط کیا، کہ یہ تو عربوں کی ثقافت تھی، یہ ان کی قدیم نشانیاں تھیں اور یہ عمل ان کی مذہبی آزادی میں بے جا داخلت اور بنیادی انسانی حقوق کے خلاف اقدام تھا۔ یزید نے کربلا کے اندر جو کچھ کیا وہ درست تھا کہ حسین (رضی اللہ عنہ) نے ریاست میں شورش برپا کرنے کی کوشش کی تھی اور آئینی و قانونی بغاوت کی تھی اور بغاوت کی سزا ہر جگہ موت ہے۔ غازی علم الدین ترکھان نے راج پال کو قتل کر کے غیر قانونی، غیر آئینی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی اقدام کیا تھا۔ مزید براں قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال جیسے قانون دانوں اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور لاکھوں مسلمانوں نے اس ترکھان بچے کو غازی اور شہید قرار دے کر سخت غلطی کی۔ یہ محض جذباتیت اور جنون ہے۔ اب یہ عقلوں والے کہہ رہے ہیں کہ ملک ممتاز قادری قانون شکن مجرم اور سلمان تاثیر مظلوم شہید ہے اور ہم اس جیالے کی یاد میں موم بتیاں روشن کرتے رہیں گے، کیوں کہ وہ ہمارا ہیرو ہے۔ جب کہ حکیم الامت مفکر پاکستان علامہ اقبال یوں بھی فریاد کناں ہیں:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ادھر راولپنڈی و اسلام آباد کے پانچ صد اور پشاور کے تین صد وکلاء نے ملک ممتاز قادری کو غازی اور اس کے اقدام کو درست قرار دے کر اس کا مقدمہ مفت لڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔ پاکستان کے تمام مسالک کے علماء جن کے اختلافات پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں، وہ سب تحفظ ناموس مصطفیٰ کے مسئلے پر یک جا و متفق ہیں، جو کہ گمراہ حلقوں کو اب برداشت نہیں ہو رہا۔ پاکستان کے کروڑوں عاشقان مصطفیٰ مستانہ وار یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ:

مسلماں لاکھ بودے ہوں مگر نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
خوشی سے اب بھی حاضر ہیں وہ اپنے سر کٹانے کو [مولانا ظفر علی خان]

جاتے جاتے ملک ممتاز حسین اعوان کے پرسکون اور پرعزم چہرے پر ایک نظر ڈالتے جایئے، جو یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں [امام احمد رضا]

❁❁❁❁❁

فضیلتِ عیدِ بہاراں

مولانا محمد ناصر خان چشتی

نسبت ایک عظیم حقیت، ایک محکم اساس اور مضبوط ستون ہے، اسلام، اسلامی معاشرہ اور اسلامی تہذیب وتمدن کی عمارت کی مضبوطی میں نسبت کا بڑا عمل دخل ہے۔ اسلامی معاشرہ کا قیام، استحکام اور بقاء بھی نسبتوں کی فضیلت اور پاس داری پر موقوف ہے۔ اللہ تعالٰی نے مناسک حج میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ قربانی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کیا جاتا ہے۔ نمازوں میں انبیاء کرام کی سنتوں پر عمل کیا جاتا ہے۔

نسبت کی اہمیت اور فضیلت کیا ہے؟ تمام کپڑے روئی اور دھاگوں سے تیار ہوتے ہیں اور کپڑوں کو فی نفسہٖ کوئی مقام حاصل نہیں، لیکن اگر کسی کپڑے سے قرآن پاک اور کعبۃ اللہ کا غلاف بنایا جائے تو اس کا مقام ومرتبہ بڑھ جاتا ہے۔ کاغذ کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور انہی کاغذوں پر اخبار، ناول، کہانیاں شائع کی جاتی ہیں، جس کا کوئی مقام نہیں، لیکن جس کاغذ پر آیاتِ قرآن، تفسیر قرآن، احادیث مبارکہ اور اسمائے مقدسہ لکھ دیے جائیں تو اس کا مقام ومرتبہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ لکڑیاں، عام درختوں سے حاصل کی جاتی ہیں اور ان سے میز، کرسیاں، فرنیچر تیار ہوتا ہے، جس کا کوئی مقام نہیں ہوتا، لیکن اگر اسی لکڑی سے قرآن کا رحل اور منبر بنایا جائے تو اس کا مقام ومرتبہ بڑھ جاتا ہے۔ دنیا بھر میں پانی موجود ہے، دریا اور سمندر پانی سے بھرے پڑے ہیں لیکن جس پانی کو حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے نسبت ہوگئی تو وہ آبِ زم زم مقدس ومتبرک بن گیا اور کروڑوں

اہل ایمان آبِ زم زم کو تبرک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح تمام ایام اور راتیں برابر ہیں لیکن جس دن اور رات کو اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محسن کائنات حضرت محمد ﷺ کی آمد و بعثت کی نسبت حاصل ہے، اس کا مقام و مرتبہ اور اس کی عظمت وفضیلت باقی ایام سے کہیں بڑھ کر ہے۔

نسبتوں کی عظمت و اہمیت

نسبتوں کو اہمیت دینا اور نسبتوں کی پاسداری کرنے کا سبق ہمیں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں کئی مقامات پر ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں، رسولوں، ولیوں اور بزرگوں کے ادب و احترام کی تعلیم دی ہے اور ان سے نسبت رکھنے والے مکان و زماں اور اشیاء کا مقام و مرتبہ بلند فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کی ولادت اور اقامت والے شہر مکہ مکرمہ کی قسم فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِo وَ أَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِo---

''میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں (اے حبیب مکرم!) اس لیے کہ آپ اس شہر (مکہ مکرمہ) میں تشریف فرما ہیں'' ---[سورۃ البلد: آیت ۲،۱]

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے نسبت رکھنے والے شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم اس لیے نہیں فرمائی کہ اس میں بیت اللہ شریف ہے، اس میں حجر اسود اور آبِ زمزم ہے اور یہاں مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں، بلکہ اس لیے قسم فرمائی کہ اس شہر میں اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بستے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی نسبت اور برکت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا---

''(یوسف علیہ السلام نے فرمایا) میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو اُن کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی'' ---[سورۂ یوسف: آیت ۹۳]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجاہدین اسلام، جہاد فی سبیل اللہ اور غازیوں سے نسبت رکھنے والے گھوڑوں کی بھی قسم فرمائی ہے۔ ارشاد خداوند قدوس ہے:

وَ الْعٰدِيٰتِ ضَبْحًاo فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًاo فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًاo---

''(میدانِ جہاد میں) تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہیں، پھر جو پتھروں پر سُم مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں، پھر جو صبح ہوتے ہی (دشمن پر) اچانک

حملہ کرڈالتے ہیں'' ---[سورۃ العادیات، آیت ۱تا۳]

ان آیات مقدسہ سے واضح ہوا کہ جس مکان و زمان کو، جس دن اور رات کو، جس ذات کو، جس کتاب کو، جس گھر کو، جس کام کو اور جس چیز کو بھی حضور سید عالم ﷺ سے نسبت حاصل ہے، ہمیں ان سب کی تعظیم و تکریم کرنی ہے کیوں کہ یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔

ربیع الاوّل اور پیر کے دن کی عظمت

حضور سید عالم ﷺ کے ساتھ جس چیز کو بھی نسبت کا شرف حاصل ہو جائے تو اس کی قدر و منزلت اور عظمت کے بارے میں کس کو شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ یوں تو تمام مہینوں کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا اور ہر ایک مہینا کی عظمت و فضیلت اور مقام اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن ماہ ربیع الاوّل کو یہ عظیم الشان شرف حاصل ہے کہ یہ مہینا حضور نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے، کیوں کہ اسی ماہ مقدس کی بارہ تاریخ کو سید الانبیاء والمرسلین، باعث تخلیق کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس بزمِ عالم میں رونق افروز ہوئے۔

ولادت النبی ﷺ کی تاریخ کی تحقیق

حضور نبی کریم ﷺ کے ولادت باسعادت کے مہینے اور دن پر تو تمام امتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ماہ ربیع الاوّل میں پیر کے دن اس دنیا میں رونق افروز ہوئے، جب کہ تاریخ میں بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے، لیکن مستند علماء کرام، محققین اور نامور مورخین کے نزدیک ربیع الاوّل کی ۱۲ر تاریخ ہی مستند و معتبر ہے۔

عالم اسلام کے ممتاز اسکالر پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن اپنی کتاب ''تفہیم المسائل'' میں حضور نبی کریم ﷺ کی تاریخ ولادت کے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تحقیقات سے اتفاق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ فخر کائنات سرورِ دو عالم ﷺ کا یومِ میلاد دوشنبہ (پیر) کا دن تھا، اس پر بھی تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ ربیع الاوّل کا بابرکت مہینا تھا اور متقدمین و متاخرین کا اجماع اسی پر ہے کہ تاریخ ولادت ۱۲ر ربیع الاوّل عام الفیل ہے'' ---

[تفہیم المسائل، جلد ۴، صفحہ ۴۸۱، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور]

مشہور مورخ امام ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَامَ الْفِيْلِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً

مَضَتْ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الاوّل--- [تاریخ طبری، جلد۲، صفحہ ۱۲۵]

''رسول کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پیر کے دن ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی''---

معروف سیرت نگار علامہ ابن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ) اوّلین سیرت نگار امام محمد بن اسحاق کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

ولد رسول اللّٰہ ﷺ یوم الاثنین عام الفیل لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاوّل--- [سیرۃ النبویہ، جلد ۱، صفحہ ۱۵۸، مطبوعہ بیروت لبنان]

رسول کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پیر کے دن ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی''---

مشہور مؤرخ علامہ ابنِ خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) جو فلسفہ اور علم تاریخ کے امام اور موجد تسلیم کیے جاتے ہیں، وہ نبی کریم ﷺ کی تاریخ ولادت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولد رسول اللّٰہ ﷺ عام الفیل لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاوّل لاربعین سنۃ من ملك کسری نو شیروان---

[تاریخ ابن خلدون: جلد ۲ صفحہ ۷۱۰، مطبوعہ بیروت]

''رسول کریم ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو ہوئی، جب کہ نوشیروان کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا''---

عصر حاضر کے سیرت نگار محمد صادق ابراہیم عرجون، جو جامعہ از ہر مصر کے کلیہ ''اصول الدین'' کے مدیر رہے ہیں، اپنی تصنیف ''محمد رسول اللّٰہ'' میں لکھتے ہیں:

و قد صح من طرق کثیرۃ انّ محمدا علیہ السلام ولد یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ مضت من شھر ربیع الاوّل عام الفیل فی زمن کسریٰ نوشیروان و یقول اصحاب التوفیقات التّاریخیۃ انّ ذٰلك یوافق الیوم المکمل للعشرین من شھر اغسطس ۵۷۰م بعد میلاد المسیح علیہ السلام---

''بکثرت طُرقِ روایت سے یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ عام الفیل اور کسریٰ نوشیرواں کے زمانے میں بروز دوشنبہ (پیر) بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے اور ایسے علماء جو شمسی اور قمری تاریخوں میں مطابقت کرتے ہیں، نے کہا ہے کہ اس دن

شمسی تاریخ ۲۰ راگست ۵۷۰ء بنتی ہے''---

[محمد رسول اللہ، جلد ا، صفحہ ۱۰۲، مطبوعہ دارالقلم، دمشق]

مفتی محمد شفیع دیوبندی (متوفی ۱۳۶۹ھ) ''سیرتِ خاتم الانبیاء'' میں رقمطراز ہیں:

''...... الغرض جس سال اصحابِ فیل کا حملہ ہوا، اس کے ماہِ ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ کے روزِ دوشنبہ، دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد، لیل ونہار کے انقلاب کی اصلی غرض، آدم اور اولادِ آدم کا فخر، کشتیٔ نوح کی حفاظت کا راز، ابراہیم کی دعا، موسیٰ وعیسیٰ کی پیش گوئیوں کا مصداق، یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ رونق افزائے عالم ہوتے ہیں''---

[سیرت خاتم الانبیاء، صفحہ ۲۰، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی]

اس موضوع پر تحقیقی اور مدلل بحث رقم کرتے ہوئے اپنے وقت کے ممتاز عالم دین پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف ''ضیاء النبی'' میں لکھتے ہیں:

''ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں یہی تاریخ روایت کی ہے، چناں چہ وہ بیان کرتے ہیں:

رواہ ابن ابی شیبة فی مصنفه عن عفّان عن سعید بن میناء عن جابرٍ و ابن عباس انّهما قالا ولد رسول الله ﷺ عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شهر ربیع الاوّل و فیه بُعثَ و فیه عُرجَ به الی السمآء و فیه هاجر و فیه مات و هذا هو المشهور عند الجمهور---

''حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ عام الفیل روز دوشنبہ (پیر) بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے، اسی روز آپ ﷺ کی بعثت ہوئی، اسی روز آپ کو معراج عطا ہوئی، اسی روز آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کی اور آپ ﷺ کے وصال مبارک کا دن بھی یہی ہے، جمہورِ امت کے نزدیک یہی تاریخ (بارہ ربیع الاوّل) مشہور ہے''---

اس روایت کے پہلے راوی ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں، اُن کے بارے میں ابو زرعہ رازی (متوفی ۲۶۴ھ) کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے بڑھ کر حافظِ حدیث نہیں دیکھا۔ محدث ابن حبان فرماتے ہیں کہ ابوبکر عظیم حافظِ حدیث تھے۔ دوسرے راوی عفان ہیں، اُن کے

بارے میں محدثین کی رائے ہے کہ عفان ایک بلند پایہ امام، ثقہ اور صاحب ضبط و اتقان ہیں۔ تیسرے راوی سعید بن میناء ہیں، اُن کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ یہ صحیح الاسناد روایت دو جلیل القدر صحابہ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

[تفہیم المسائل، بحوالہ ضیاء النبی، جلد۲، صفحہ ۳۳ تا ۳۹، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور]

علومِ قرآن وسنت اور سیرت وتاریخ کے ان مستند ومعتبر علماء کرام، محققین اور مؤرخین کے ان حوالوں کے علاوہ سیرت اور تاریخ کی سیکڑوں کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخِ ولادت ۱۲/ربیع الاوّل لکھی گئی ہے۔ مضمون کی طوالت کی وجہ سے صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

فضیلتِ صبح عیدِ بہاراں (ولادت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بزم جہاں میں ''پیر'' کے دن تشریف لائے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا یومِ میلاد منانے اور اپنی ولادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے ہر ''پیر'' کے دن روزہ رکھتے تھے۔ چناں چہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ ہر پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ---[صحیح مسلم، کتاب الصیام]

''یہ وہ دن ہے جس دن میری ولادت ہوئی ہے''---

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر پیر کے دن روزہ رکھتے تھے۔ نیز یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے یوم میلاد کی عظمت واہمیت کو اجاگر کیا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو ظاہر کرتے ہوئے تحدیث نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کا (روزے کی صورت میں) شکر بھی ادا کیا۔

فضیلت شب ولادت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بارہ ربیع الاوّل) کے حوالے سے علامہ احمد قسطلانی (متوفی ۹۱۱ھ) اپنی مایہ ناز تصنیف ''المواهب اللدنیه'' میں ایک بڑا ایمان افروز اور روح پرور نکتہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت (بارہ ربیع الاوّل) شب قدر سے افضل و اعلیٰ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کی تین وجوہ ہیں:

۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ شب ولادت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی گئی ہے اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لحاظ سے شب ولادت، شب قدر سے افضل و اعلیٰ ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شب قدر، نزولِ ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہے اور شب ولادت بہ نفس نفیس

آپ ﷺ کے ظہور کی وجہ سے شرف یاب ہے اور وہ ذات جس کی وجہ سے شب ولادت کو عظمت وفضیلت دی گئی ہے، یقیناً ان صفات سے افضل ہے، جن کی وجہ سے شب قدر کو فضیلت دی گئی ہے، لہٰذا شب ولادت، شب قدر سے افضل واقع ہوئی۔

۳ تیسری وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں صرف امت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر فضل وانعام واقع ہوتا ہے اور شب ولادت النبی ﷺ میں تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہوا ہے۔ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۝﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں (کی مخلوقات) کے لیے سراپا رحمت (رحم کرنے والا) بنا کر بھیجا ہے، جس کی بدولت تمام مخلوقات عالم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں عام ہوئی ہیں، چناں چہ اس لحاظ سے بھی شب ولادت النبی ﷺ کا نفع بہت زیادہ ہے اور یہی افضل واعلیٰ ہے۔

[المواھب اللدنیۃ، جلد۱، صفحہ ۷۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان]

علامہ ابن الحاج (متوفی ۷۳۷ھ) ماہ ربیع الاوّل اور پیر کے دن کی عظمت واہمیت کے سلسلے میں ایک نہایت ایمان افروز اور روح پرور نکتہ بیان فرماتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت ماہ ربیع الاوّل میں پیر کے دن ہوئی، ماہ رمضان میں نہیں ہوئی کہ جس میں قرآن نازل ہوا، نہ لیلۃ القدر میں ہوئی، نہ شعبان کی پندرہویں شب (شب براءت) میں ہوئی، نہ جمعہ کے دن اور نہ اس کی شب میں ہوئی، اس میں کیا حکمت ہے؟

علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں کہ اس کا جواب چار طریقوں سے ہے:

الاوّل پہلا طریقہ یوں ہے کہ درخت اور پھل وغیرہ پیر کے دن پیدا کیے گئے اور اس میں یہ خاص نکتہ اور اشارہ ہے کہ جس طرح انسان کی مادی حیات کے اسباب پیر کے دن بنائے گئے، اسی طرح اس کی روحانی حیات کا سبب کامل (یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کو) بھی پیر کے دن پیدا کیا گیا۔

الثانی دوسرا طریقہ یوں ہے کہ ''ربیع'' کے معنی ہیں ''بہار'' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسانیت کا گلشن یوں تو صدیوں سے آباد تھا لیکن اس میں بہار اس وقت آئی جب حضور سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

الثالث تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح ''فصل ربیع''، تمام فصلوں سے افضل واعلیٰ ہوتی ہے، اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت بھی تمام شریعتوں سے افضل واعلیٰ ہے۔

الرابع چوتھا طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اگر رمضان المبارک، لیلۃ القدر، جمعہ کی شب کو پیدا ہوتے تو ان اوقات سے آپ ﷺ کو فضیلت ملتی اور جب آپ ﷺ ماہ ربیع الاوّل میں پیر کے دن پیدا ہوئے تو اس ماہ اور اس دن کو آپ ﷺ کی بدولت عظمت و فضیلت ملی ہے۔ اور امر واقعہ بھی یہ ہے کہ آپ ﷺ کسی سے فضیلت نہیں پاتے بلکہ کائنات میں جو بھی فضیلت پاتا ہے وہ آپ ﷺ کی (نسبت کی وجہ) سے ہی فضیلت پاتا ہے۔

[المدخل، جلد۱، صفحہ ۲۹-۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت]

محقق علی الاطلاق حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بے شک حضور سرورِ عالم ﷺ کی شب ولادت، شب قدر سے بھی افضل ہے، کیوں کہ شب ولادت حضور نبی کریم ﷺ کے اس دنیا میں جلوہ گر ہونے کی رات ہے، جب کہ لیلۃ القدر حضور نبی کریم ﷺ کو عطا کردہ شب ہے اور جو رات ظہورِ ذاتِ سرورِ کائنات ﷺ کی وجہ سے مشرف ہو، وہ اُس رات سے زیادہ شرف و عزت والی ہے جو ملائکہ کے نزول کی بنیاد پر مشرف ہے'' --- [ما ثبت بالسنۃ، صفحہ ۲۸۹، مطبوعہ کراچی]

ولادتِ نبوی ﷺ کے انعامات

ولادتِ مصطفوی ﷺ تمام کائنات کے لیے بالعموم اور انسانیت کے لیے بالخصوص ابدی مسرتوں، حقیقی کامیابیوں اور اخروی فلاح و نجات کی پیغام بر بن کر آئی تھی، جس سے کائنات کی ہر شے خوشیاں منا رہی تھی اور مسرتوں کا اظہار کر رہی تھی۔ فرشتے بھی اس نعمت خداوندی پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا رہے تھے۔ انبیاء سابقین علیہم السلام نے آپ ﷺ کی آمد مبارکہ کی خوش خبریاں دیں۔ عرش اور فرش میں جشن اور بہار کا سماں تھا لیکن ایک ذات ایسی بھی تھی جو کہ فریاد کناں اور چیخ و چلا رہی تھی، جسے ولادت نبوی ﷺ کی خوشی نہیں تھی اور وہ ملعون ابلیس کی ذات تھی اور سب سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت مبارک پر شیطانیت غم گین ہوئی تھی۔

چناں چہ علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن السہیلی (متوفی ۵۸۱ھ) اپنی کتاب ''الروض الانف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخیں مار کر رویا ہے۔ پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون (مردود) قرار دیا گیا، دوسری مرتبہ جب اسے بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا، تیسری مرتبہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور چوتھی مرتبہ

جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ کو نازل فرمایا'' ---

[الروض الانف، جلد ا، صفحہ ۱۸۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان]

حاصل یہ ہے کہ حضور رحمت دو عالم ﷺ کے میلاد شریف کی برکت سے نہ صرف حضرت ثویبہ کو غلامی سے آزادی ملی بلکہ لاتعداد غلاموں کو نعمتِ آزادی ملی...... ابولہب ایسے کافر کو عذابِ دوزخ میں تخفیف ملی...... اہلِ کفر کو ایمان کی دولت ملی...... اہل ضلالت کو رشد و ہدایت کی سعادت ملی...... تمام مخلوقات کو رحمتِ مصطفوی ﷺ میسر آئی...... اہلِ قرن (زمانہ) کو افضل ترین زمانہ ملا...... بے زبانوں اور بے جانوں کو بھی سلام و کلام اور کلمہ پڑھنے کا شرف ملا...... اہل لسان کو فصاحت و بلاغت کا عظیم شاہکار ملا...... اہل ایمان صحبت یافتہ کو ''صحابیت'' ایسی انمول ترین نعمت و سعادت حاصل ہوئی...... اوران شاءاللہ میلادُ النبی ﷺ کی برکت سے تمام صاحبان ایمان کو دنیوی اور اُخروی نعمتیں، سعادتیں، جنت الفردوس کی اعلیٰ ترین دولت، رفاقت مصطفوی ﷺ اور دیدارِ خداوندی ایسی لازوال اور عظیم الشان نعمتیں ملیں گی، جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تمام عالم اسلام میں ماہ ربیع الاوّل میں محافل میلاد کا انعقاد اور خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، انواع و اقسام کے صدقہ و خیرات کرنا اور دعوت طعام کا اہتمام کرنا وغیرہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا محبوب طرزِ عمل رہا ہے اور میلاد شریف کے خواص میں سے یہ ہے کہ میلاد شریف کی برکت سے اس سال اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے:

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرورِ عالم ﷺ کا میلاد مناتے ہیں
آقا ﷺ کی ثنا خوانی دراصل عبادت ہے
ہم نعت کی صورت میں قرآن سناتے ہیں

عالم اسلام کے تمام مسلمان بارہ ربیع الاوّل کو یہ عظیم الشان اور ایمان افروز تہوار جشن عید میلادالنبی ہمیشہ سے مناتے چلے آرہے ہیں اور جب تک یہ دنیا قائم و دائم ہے اور ایک بھی مسلمان روئے زمین پر باقی ہے، یہ جشن عید میلادُ النبی ﷺ اسی طرح عقیدت و محبت، خوشی و مسرت اور پوری آب و تاب کے ساتھ منایا جاتا رہے گا اور اہل ایمان میلاد شریف کی برکتوں، رحمتوں اور دنیوی و اُخروی سعادتوں سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

❀❀❀❀❀

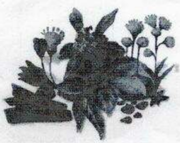

وقت کے تقاضوں کی تکمیل...

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہمدرد ایک صدی سے زیادہ نہ صرف آپ کے دُکھ اور تکلیف میں فرحت و تسکین بخش رہا ہے بلکہ آپ کا ہمدم اور خیر خواہ بھی ہے۔ انسانیت کی خدمت اور پرورش کے لئے نہایت وسیع اقسام کی ہربل اور طبی مصنوعات موجود ہیں، جو صحت بخش ہونے کے ساتھ شفاء بخش بھی ہیں۔

ہمدرد اس دور کے تقاضوں کی تکمیل، ترقی یافتہ سائنسی طریقوں کی مدد سے کرنے کے لئے سرگرم کار ہے۔

صحتِ انسانی کی بقاء اور بیماریوں کے اس سفر کے ساتھ ساتھ "ہمدرد" نے انسان دوست ادارے کی حیثیت سے تعلیم اور ثقافت کے فروغ میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔

ISO 9001: 2008 SGS — ہمدرد — ISO 22000 SGS

Blitz DDB

ہمدرد لیباریٹریز (وقف)، پاکستان

ISO 9001: 2008 & ISO 22000: 2005 CERTIFIED

Al-Majeed, Hamdard Centre, Nazimabad No. 3, Karachi-74600, Pakistan. Tel: (+9221) 36616001-4, Fax: (+9221) 36611755, Email: headoffice@hamdard.com.pk

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آمدِ سرکار ہے ، سرکار کی باتیں کریں — عاشقو! آؤ ، جمالِ یار کی باتیں کریں

شاہِ خوباں ، سید الابرار کی باتیں کریں — مظہرِ یکتائیٔ غفار کی باتیں کریں

وہ زمانے کا معلم ، آگہی بخشِ جہاں — ایک اُمی کاشفِ اسرار کی باتیں کریں

ذکر چھیڑیں حسنِ کردارِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا — مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیٔ گفتار کی باتیں کریں

صاحبِ الفقر فخری پر پڑھیں دائم درود — کیوں کسی منعم کسی زردار کی باتیں کریں

خلوتِ قوسین میں جس نے کیا دیدارِ حق — اس بشر ، اس پیکرِ انوار کی باتیں کریں

گنبدِ خضرا کے نظارے بسا کر ذہن میں — آپ کے شہرِ کرم آثار کی باتیں کریں

ہم کہ ہیں دامن دریدہ خارزارِ زیست کے — شہرِ طیبہ ، گلشنِ بے خار کی باتیں کریں

ہر معطر کوچہ و بازار کا ہو تذکرہ — ہر طرف پھیلے ہوئے انوار کی باتیں کریں

ان کی عادات و شمائل کی ، نظام کار کی — ان کے معمولات کی ، اطوار کی باتیں کریں

کثرتِ اصنام کے ہمت شکن ماحول میں — وحدتِ حق کے علم بردار کی باتیں کریں

ناموافق صورتِ حالات میں کیسا تھا وہ — ہم اُحد کے قافلہ سالار کی باتیں کریں

دشمنوں کی ذلت و خواری پہ کیا اس نے کیا — بدر کے فاتح سپہ سالار کی باتیں کریں

ان کا واصف ہے عجم، ان کا ثنا خواں ہے عرب — جامی و حسان کے اشعار کی باتیں کریں

حامیانِ حق ، مہاجر سابقون الاوّلون — ان کے تاریخ آفریں کردار کی باتیں کریں

استعارہ بن گئے قربانی و ایثار کا — عاشقانِ مصطفٰی ، انصار کی باتیں کریں

WWW.NAFSEISLAM.COM

وہ صداقت کیش جس نے صدق کی تصدیق کی — ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَار کی باتیں کریں
سطوتِ اسلام کا مظہر ، مرادِ مصطفیٰ — اس اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار کی باتیں کریں
جس کے انصاف و تدبر کی نہیں کوئی مثال — سرورِ عالم ﷺ کے اس شہکار کی باتیں کریں
جامع القرآن ، ذوالنورین ، جواد و کریم — قلزمِ قربانی و ایثار کی باتیں کریں
بابِ شہرِ علم ، زوجِ فاطمہ ، خیبر شکن — شیرِ یزداں ، حیدر کرار کی باتیں کریں
بوحنیفہ ، بو قبیسِ حکمتِ دینِ نبی — آفتابِ عظمتِ کردار کی باتیں کریں
احتشامِ فقر و اجلال و کمالِ معرفت — والیٔ بغداد کے دربار کی باتیں کریں
روز و شب ہے قاسمِ سرمایۂ عرفانِ حق — قادری دامانِ گوہر بار کی باتیں کریں
جو اٹھا خاکِ بریلی سے محبّ مصطفیٰ — کاروانِ عشق کے سالار کی باتیں کریں
جس کی شخصیت میں پنہاں ہیں کئی شخصیتیں — حجتِ حق اس عجوبہ کار کی باتیں کریں
خوب چمکا دعوت و ارشاد کے آفاق پر — گولڑہ کے نیرِ ضوبار کی باتیں کریں
رزم گاہِ خیر و شر میں کامیابی کے لیے — اہلِ حق کو چاہیں ہم ، اخیار کی باتیں کریں

ہے یہی طارقؔ ہماری کامرانی کی سند
خالقِ سرکار کی ، سرکار کی باتیں کریں

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری

WWW.NAFSEISLAM.COM

دلیلِ ربانی کی آمد

مولانا ابوالحسنین محمد فضل رسول رضوی

ماہ نور، شہر سرور، ربیع الاوّل شریف کی صبح صادق نے جب شب تیرہ کے اندھیروں میں روشنی کا پیام بانٹنا شروع کیا اور رات کی ظلمتیں دن کے اجالوں میں تبدیل ہونے لگیں تو عین اسی وقت سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے آنگن میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراج منیر و آفتاب ہدایت بن کر طلوع ہوئے۔ آپ نے جلوہ فرما ہو کر دنیا کے ظلمت کدوں کو نور ہدایت سے روشن و منور کر دیا اور کفر و شرک کی اندھیر نگری میں بھٹکنے والوں کے لیے شاہراہ ہدایت روشن و واضح کر دی۔

سارا سال عموماً اور ربیع الاوّل شریف میں خصوصاً غلامانِ مصطفیٰ، محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا تذکرہ کرکے اور اپنے بے مثل آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کے ترانے سنا کر اپنی غلامی اور سچی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے قلب و روح کو معطر کرتے ہیں مگر کچھ بدنصیب اور محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حلاوت و چاشنی سے محروم لوگ ان پرنور محافل کو تنقید و تشنیع کا نشانہ بنا کر اپنی عاقبت کی رسوائی کا سامان جمع کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ بدبخت ایمان و بصیرت کی آنکھوں سے محروم نہ ہوتے تو اس حقیقت سے کبھی نظر نہ چراتے کہ آمد محبوب کا ذکر کرنا اور عظمت حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چرچا کرنا تو سنتِ الٰہیہ ہے۔ خالق کائنات جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا○ --- [سورۃ النساء: آیت ۱۷۴]

''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا'' ---

اس آیہ کریمہ میں محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا ذکر بھی ہے اور آپ کے کمالاتِ عظیمہ و مقاماتِ رفیعہ کا بیان بھی ہے اور یہی محافل میلاد کی اصل ہے۔

آئیے! اس آیت کی روشنی میں عظمت محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند ایک جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

- اللہ رب العزت نے عالم انسانیت کو مخاطب کرتے ہوئے یاایھا الناس فرمایا، جس میں حرف ندا ''یا'' بھی ہے اور حرف تنبیہ ''ھا'' بھی ہے۔ غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کو تنبیہ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو متنبہ فرمایا کہ اے انسانو! غفلت کی نیند دور کرکے اور کان کھول کر سنو، تمہارے گناہوں کو معاف کیا جاسکتا ہے، کوتاہیوں کو چھپایا جاسکتا ہے، غلطیوں پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے مگر عظمتِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ اتنا عظیم ہے کہ کوئی شان و عظمت محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرے، یہ گوارا نہیں ہوسکتا۔

- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے انسانو! متنبہ ہو جاؤ، کان کھول کر سن لو، تمہارے رب کی برہان و دلیل آگئی ہے۔ برہان دلیل کو کہتے ہیں، دلیل راہ نما ہوتی ہے اور لفظ انسان اگر ''نسی'' سے ماخوذ ہو تو انسان کو انسان کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ انسان بھول جاتا ہے اور یہ خطا و نسیان کا پتلا ہے۔ اب ان الفاظ کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اے بھول جانے والو! تمہارے پاس رب کی طرف سے راہ دکھلانے والا تشریف لے آیا ہے۔ عالم ارواح میں جب خالق کائنات نے فرمایا تھا:

الست بربکم --- ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں'' ---

تو ہر روح نے بلٰی کہہ کر خدا کی ربوبیت کا اعتراف کیا۔ اس آیت میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ الست کے وعدے کو بھول جانے والے انسانو! عالم ارواح میں روحِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری راہنمائی فرمائی تھی، اب دنیا میں بھی وہ محبوب برہان و دلیل اور راہنما بن کر تشریف لے آیا ہے۔ وہاں بھی روحِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمہیں راہنمائی ملی تھی، آج بھی اگر خدا کی بارگاہ تک رسائی چاہتے ہو تو درِ مصطفیٰ سے وابستہ ہو جاؤ، خدا تک رسائی ہو جائے گی۔

- انسان اگر ''انس'' سے ماخوذ ہو تو انسان کو انسان کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ انسان کی فطرت میں انس و محبت پایا جاتا ہے۔ ہر انسان کی فطری طبیعت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے خالق سے محبت کرتا ہے، اسے پالینا چاہتا ہے۔ کوئی خالق کی تلاش میں نکلا تو پتھر کو خدا بنالیا، کسی نے درخت کو معبود مان لیا۔ اس فطری محبت نے کسی کا ماتھا سورج کے سامنے جھکا دیا، کسی نے چاند کو ہی مرکز تمنا سمجھ لیا اور کوئی بے وقوف اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی مورتی کے سامنے ہی سجدہ ریز ہوگیا۔ خالق کائنات نے ان بھولے بھٹکے ہوؤں کو متنبہ کیا اور فرمایا: اے خالق کی محبت سے سرشار ہو کر تلاش میں نکلنے والو!

تم بھٹک گئے، معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر مصنوعی خداؤں کے سامنے جبینیں ٹیکنے لگے، کیوں کہ تمہارا کوئی راہنما نہ تھا، لیکن سن لو! اب بھٹکنے کا دور گزر گیا ہے، اب تمہاری تلاش محبت کو صحیح منزل کا پتا دینے والا برہان و دلیل اور راہنما بن کر آ گیا ہے۔ پہلے تم خدا سے محبت کرتے تھے، اگر تم محبوب کو راہنما مان کر ان کے پیچھے چلنے لگے تو پھر یہ مقام بھی آئے گا کہ خود محبوبِ حقیقی خدا بھی تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔ اسی لیے فرمایا:

﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾---

محبوبؐ کی اتباع کرنے والو! اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

- آپ ﷺ کو اپنے رب کی برہان و دلیل قرار دیا گیا۔ دلیل کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

مَا یَلْزَمُ مِنَ الْعِلْمِ بِہِ الْعِلْمُ بِشَیْءٍ آخر---

''جس کو جان لینے سے دوسری چیز کا علم آ جائے، وہ دلیل ہوتی ہے''---

دھواں دیکھ کر آگ کا علم آ جاتا ہے، تو دھواں آگ کے وجود کی دلیل ہے۔ خوشبو سے پھول کے وجود کا علم ہوتا ہے تو خوشبو پھول کی دلیل ہے، نبض کی تیزی اور جسم کی حرارت سے بخار کا پتا چلتا ہے تو یہ بخار کی دلیل ہے۔ جس چیز سے خدا کا علم آ جائے، وہ خدا کے وجود کی دلیل ہے۔ پورے جہان کو عالم اسی لیے کہا گیا کہ عالم کا معنی اسم لما یُعْلَمُ بہ الصانع کہ عالم سے اس کے بنانے والے کا علم آتا ہے۔ ہم کسی کے حسن و جمال کو دیکھیں تو یہ خالق کے حسن کی دلیل ہے، پہاڑوں کی بلندی کو دیکھیں تو یہ اللہ کی کبریائی کی دلیل ہے، حاکم وقت اور بادشاہ کی حکومت کو دیکھیں تو یہ اللہ کی حاکمیت کی دلیل ہے۔ ہر چیز اللہ کی دلیل ہے مگر اللہ نے اپنے محبوب کو اپنی دلیل اور برہان فرمایا اور اشارہ یہ کیا کہ اے انسانو! تم اللہ کی شان اور کمالات پر دلائل کے لیے کہاں کہاں پھرتے رہو گے، میں نے اپنی ہر شان اور ہر کمال کا مظہر ذات مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بنا دیا ہے، میرے علم، میری حکمت، میری قدرت، میرے حسن و جمال اور میری جس شان کا مظہر دیکھنا چاہتے ہو تو میرے مصطفیٰ کریم ﷺ تمہارے پاس دلیل بن کر آ گئے ہیں، انہیں دیکھ لو تو ہر شان کا نظارہ ہو جائے گا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا:

((مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَق))---

''جس نے مجھے دیکھا، اس نے خدا کو دیکھ لیا''---

دلیل کی دو قسمیں ہیں:

۱) دلیل صامت و ساکت، یعنی خاموش دلیل۔

۲) دلیل ناطق یعنی بولنے والی دلیل۔

چاند بھی اللہ کے وجود کی دلیل ہے، مگر چاند نے آج تک بول کر نہیں بتایا کہ لوگو! خدا صرف ایک

اللہ کی ذات ہے، بلکہ لوگ چاند کو خدا کہتے رہے، چاند پھر بھی خاموش رہا۔ سورج خدا کے وجود کی دلیل ہے، مگر سورج نے بھی کبھی بول کر خدا کی وحدانیت کا اعلان نہیں کیا۔ ستارے، درخت، پتھر، جانور، بلکہ کائنات کا ایک ایک ذرّہ اللہ کے وجود کی دلیل ہے مگر کسی نے بھی زبان سے ایک خدا کی ربوبیت کا اعلان نہیں کیا، ایک خدا کو چھوڑ کر لوگ ان کے سامنے سجدے لٹاتے رہے مگر یہ سب دلائل پھر بھی خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے انسانو! ﴿قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ چاند، سورج، ستارے، شجر وحجر، یہ سب دلائل ہیں، مگر یہ تو خاموش اور ساکت دلائل ہیں۔ لوگ ان کو خدا کہتے رہے، یہ تو پھر بھی خاموش رہے۔ اب میرا محبوب بولنے والی دلیل، دلیل ناطق بن کر آیا ہے، سب خاموش رہے تھے مگر محبوب نے بول کر اعلان کر دیا، اے لوگو! چاند، سورج، ستارے، پتھر اور بت خدا نہیں ﴿ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ ''خدا تو صرف ایک اللہ ہے''۔

ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ اللہ رب العزت کی دلیل ناطق ہیں، بلکہ آپ تو ایسی ناطق دلیل ہیں کہ جو خاموش دلائل تھے، وہ بھی آپ کے اشارے سے بولنے لگے۔ پتھر خاموش دلائل تھے، مگر اشارۂ نبوت پر اپنی جڑیں اکھیڑ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر وحدانیت و رسالت کا اعلان کیا۔ سورج خاموش دلیل تھا، مگر ڈوبے ہوئے سورج نے اشارۂ نبوت پر واپس ہو کر اعلان کر دیا کہ میں خدا نہیں، خدا تو وہ ذات ہے جس کے بھیجے ہوئے محبوب کے اشارہ پر مجھے بھی واپس آنا پڑا۔ چاند خاموش دلیل تھا، مگر اشارۂ حبیب سے دو ٹکڑے ہو کر چاند نے بھی اعلان کر دیا کہ خدا میں نہیں خدا تو وہ ذات ہے جس کے محبوب کی انگلی کا اشارہ میرا کلیجہ چیر کر رکھ دیتا ہے۔

الغرض محبوب کریم ﷺ ایسی ناطق دلیل ہیں کہ آپ کے فیضان سے خاموش دلائل کو بھی زبان مل جاتی ہے۔ اس لیے خالق کائنات جل مجدہ الکریم نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی دلیل اکبر اور برہان اعظم قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! میرا محبوب تمہارے پاس تمہارے رب کی دلیل بن کر تشریف لایا ہے''---

ذکر میلاد کو شرک و بدعت قرار دینے والے بتائیں کہ رب کائنات نے اپنے محبوب کی آمد کا اور کمالات کا ذکر فرما کر، کیا شرک و بدعت کی تعلیم دی ہے؟ نہیں یقیناً نہیں بلکہ اپنے محبوب کی محبت کی تعلیم فرمائی ہے:

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

محبت اور ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبیب صابری

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ---

''آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اللہ جل شانہ کے رسول ہیں''---

کلامِ الٰہی کا یہ مختصر سا جملہ اپنے اندر حقائق ومعارف کے گہر ہائے گراں مایہ سموئے ہوئے ہے۔ قرآن حکیم کا حکیمانہ انداز اپنے قاری کو دعوت تفکر دیتا ہے تو یہ کوئی محض رسمی بات نہیں، بلکہ عالمین کے رب کا کلام ہونے کے حوالے سے اس کی ایک ایک بات عظیم رہنمائی اور اسرار ورموز کے دھارے ہیں۔

جملہ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کے ترجمے پر غور فرمائیے، ارشاد ہے ''محمد اللہ کے رسول ہیں'' یعنی ''رسول ہیں''۔ اب اس ''ہیں'' پر غور کریں، یہ ''ہیں'' ہر زمانے میں، ہر زمانے والوں کے لیے ''رسول ہیں'' کا اعلان کر کے آپ کے خاتم النبیین اور آخری تاجدار نبوت کا نکتہ سمجھایا جارہا ہے۔ معاشرے کو بتایا جارہا ہے کہ یہ ہستی ازل سے ابد تک کے توحید پرستوں کے لیے ''رسول ہیں'' کے حوالے سے مسلّم چلی آرہی ہے۔ یہ اُس وقت بھی ''رسول ہیں'' کے منبر پر جلوہ افروز تھے

جب آدم (علیہ السلام) پانی اور مٹی میں تھے۔

[انجیل برنباس، باب:۳۹، سینٹ برنباس، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور]

اور اس وقت بھی ’’رسول ہیں‘‘ ہی تھے جب آدم علیہ السلام نے جنت سے نکلتے وقت اس کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ ’’محمد اللہ کے رسول ہیں‘‘۔

[انجیل برنباس، باب:۴۱، سینٹ برنباس، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور]

تمام انبیاء کے سردار کی رسالت عامہ و تامہ کے عموم پر خود فطرت گواہی دے رہی ہے اور ظلمت گزیدہ انسان اگر چشم بینا وا نہ کرے تو ان سرکار علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے رتبے میں کیا کمی آ سکتی ہے! ذات والا کے ظہور مَلکی کا اپنا مقام ہے لیکن جب عالم ناسوت میں آمد ہوئی تو قرآن حکیم اس آمد کو ’’آمد‘‘ ہی کہتا ہے، تاکہ تصدیقات کتب سابقہ میں کوئی ابہام نہ پیدا ہو سکے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی سچائی پر حرف نہ آئے، جو کہہ چکے تھے ’’میرے بعد وہ آنے والا ہے، میں جس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں‘‘۔

[یوحنا کی انجیل، باب:۱، آیت:۲۷، سینٹ یوحنا، بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور/
انجیل برنباس، باب:۴۲، سینٹ برنباس، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور]

اس قرآنی جملہ میں حضور سرور عالم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی بھی ہے اور آپ کے منصب مقدس کا بیان بھی، دونوں نکتہ نظر سے یہ جملہ خصوصیات نبویہ کا مظہر ہے۔

آپ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی علو شان کے اظہار میں آپ کا اسم گرامی بھی اپنے اندر خصوصیت رکھتا ہے، جب کہ سِلکِ نبوت کی کسی بھی دوسری محترم ہستی کے اسم گرامی میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ کسی نبی کا نام ایسا نہیں جس سے ان کے مقام و مرتبے یا کمالات نبوت کی جھلک نظر آتی ہو۔ مثلاً:

1. آدم: جس کے معنی گندم گوں ہیں۔
2. نوح: اس لفظ کے معنی گریہ کرنے والا ہیں۔
3. اسحاق (اضحاق): یعنی مسکراتے چہرے والا۔
4. یعقوب: پیچھے آنے والا۔
5. موسیٰ: پانی سے نکالا ہوا۔
6. یحییٰ: لمبی عمر والا۔

7 عیسیٰ: سرخ رنگ والا۔

مندرجہ بالا اسماء گرامی اوران کے معانی پرغور کریں (آدم) کامعنی اپنے مسمّٰی کی جسمانی رنگت کو بیان کرتا ہے۔ (نوح) چوں کہ آپ اپنی امت کی سرکشی پر دل گیراورگریہ کناں ہوتے، اس لیے آپ کونوح کہا گیا۔ (اسحاق) چہرے اور بُشرے کی کیفیت ظاہرہ کا اظہار ہے۔ (یعقوب) اپنے عیسو یاعیص بھائی کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئے، پیدائش میں آپ اپنے بھائی کے بعد تھے، یہ نام اسی حالت کا پتہ دیتا ہے۔ (موسیٰ) فرعون کو پانی سے دستیاب ہوئے بس اسی نسبت سے موسیٰ نام ہوا۔ (یحییٰ) حضرت زکریا علیہ السلام کی پیرانہ سالی میں پیدا ہوئے، والدین نے قلبی اشتیاق سے ''عمر درازوالا'' نام رکھا۔ (عیسیٰ) خوب صورت سرخ رنگ کے پھول جیسا چہرہ ہونے کے سبب والدہ محترمہ نے یہ نام رکھا۔

ان جملہ اسماء مقدسہ میں سے کوئی ایک نام بھی ایسی خصوصیت کا حامل نہیں جس سے مسمّٰی کے منصب یااس کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہو،لیکن نبوت ورسالت کے اس بھرے باغ میں صرف ایک ذات اورتنہا،گلِ یکتاسیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کا نور نظر ہے، جس کے نام نامی اسم گرامی میں بے پناہ رموز ومعارف کے ساتھ آپ کے منصب اورمقام ومرتبہ کی بھی تنویر جھلکتی نظر آتی ہے:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

محسن انسانیت کا ذاتی نام محمد بھی ہے اوراحمد بھی۔ دونوں اسماء مقدسہ میں وحدت مادہ ''حمد'' موجود ہے۔ جب صفات میں، کمال نعوت میں، جلال اورفطرت میں، احسان برغیر اور فیضان کائنات کے محاسن جمع ہوجائیں تو اس مجموعی کیفیت کو''حمد'' کہتے ہیں۔

''حمد'' کی جملہ صفات بدرجہ اکمل ذات واجب الوجود میں پائی جاتی ہیں۔ الحمدُ للّٰہ کا الف لام اوراسم مقدس ''حمید'' بھی اسی راز کو منکشف کررہے ہیں۔

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اسی جانب اشارہ فرماتے ہیں:

وَ شَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ
فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ ھٰذَا مُحَمَّدٌ

[دیوان حسان، صفحہ:۸۴، شرکۃ دارالارقم بن ابی الارقم، بیروت]

''اللہ نے اپنی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ان کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے،

دیکھیے عرش کا مالک تو محمود ہے اور آپ محمد (علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں"---

رسول معظم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کریم کے ہاں بھی محمود، ملائکہ مقربین میں بھی آپ کی حمد، انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے پاک گروہ میں بھی آپ محمود، اہل زمین کے ہاں بھی محمود، غرضیکہ اگرچہ کوئی آپ پر ایمان نہ بھی لائے پھر بھی آپ کے اخلاق وکردار کی خوبی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس کے نزدیک بھی آپ کی ذات ستودہ صفات محمود ہوگی۔

دیکھیے آپ کی ذات اقدس سے "حمد" کا کتنا گہرا تعلق ہے۔ حشر کے دن آپ مقام محمود پر ہوں گے۔ میدان حشر میں آپ کے ہاتھ میں جھنڈا بھی "لواء الحمد" ہوگا۔ آپ کا رب تعالیٰ بھی حمید ومحمود۔ آپ کی امت کو "حمّادون" کا نام دیا گیا۔ صاحبِ حال فرماتے ہیں:

بعد ربّ علا ، اعلیٰ نام آپ کا ، لوح عالم پہ نقش دوام آپ کا
سارے نبیوں سے اونچا مقام آپ کا ، سب پہ لازم ہوا احترام آپ کا

[ارمغانِ محبت، صفحہ ۱۹، فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور شریف، حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہم]

اور پھر کہا:

سرکار ہیں محمد اور محمود اُن کا رب
یوں نعت و حمد کا ادب پارہ ہے اُن کا نام

[ارمغانِ محبت، صفحہ ۱۱۵، فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور شریف]

اس نام پاک کی معنوی لطافت سے ہر صاحب ایمان لطف اندوز ہوتا ہے اور بعض عشاق تو فرط عقیدت سے اس نام پاک کو سن کر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں اور دل کو فرحت اور دماغ کو تازگی مہیا کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو؟ ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام نے بھی جب پہلے پہل یہ اسم مبارک سنا تو انگوٹھوں کے ناخن چوم کر آنکھوں کو تازگی دی۔

[انجیل برنباس، باب: ۳۹، سینٹ برنباس، اسلامک پبلی کیشنز لاہور]

بلاشبہ اس ہستیٔ عظیم کا ذکر دافع البلا، شافی الامراض، محافظ ارواح وابدان ثابت ہوتا ہے۔

[ھدیۃ المھدی، صفحہ: ۲۳-۲۲، علامہ وحید الزماں/ الشّمامۃ العنبریہ، صفحہ: ۱۲، نواب صدیق حسن بھوپالی]

کیوں نہ ہو خود باری تعالیٰ نے حضور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام سے رفعت ذکر کا وعدہ فرمایا ہے،

تو جو خوش نصیب اس خدائی وعدہ کی تکمیل کا باعث وسبب ہوگا وہ یقیناً اللہ کے حفظ وامان میں ہوگا اور یہ بھی تو اٹل ہے کہ جہاں درود شریف کی کثرت ہو، اس جگہ اس کثرت درود شریف کے باعث حسنات وبرکات اور عطیات ربانی کا نزول ہوتا ہے۔

جملہ سلاسل صوفیہ کے امام حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا بھی سونا ہوتو میں اسے سرور عالم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد پاک پر خرچ کردوں''---

[النّعمة الکبریٰ، صفحہ ۸، امام ابن حجر ہیتمی، مکتبہ ایشیق استنبول، ترکی]

مشہور محدث حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جن کو بقول حضرت علامہ انور کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ جاگتے ہوئے حضور انور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بائیس بار نصیب ہوئی۔

[فیض الباری، علامہ انور شاہ کشمیری، مطبع حجازی مصر/صحیح بخاری، نور محمد اصح المطابع، کراچی]

یہ امام حدیث اپنی کتاب الوسائل فی شرح الشمائل میں فرماتے ہیں:

''جس گھر یا مسجد یا محلّہ میں نبی کائنات علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد پاک پڑھا جائے اس مکان مسجد یا محلّہ کو اللہ کی رحمت کے فرشتے حصار میں لے لیتے ہیں اور شرکاء محفل کے لیے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں''---

[النّعمة الکبریٰ، صفحہ ۱۰، امام ابن حجر ہیتمی، مکتبہ ایشیق استنبول، ترکی]

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ جَمَعَ لِمَوْلَدِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ وَ آلِهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَام اِخْوَانًا وَهَیَّاَ طَعَامًا وَاَخْلٰی مَکَانًا وَ عَمِلَ اِحْسَانًا و صَارَ سَبَبًا لِقِرَاَتِهٖ بَعَثَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصَّالِحِیْنَ و یَکُوْنُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ---

[النّعمة الکبریٰ، صفحہ ۱۰، امام ابن حجر ہیتمی، مکتبہ ایشیق استنبول، ترکی]

یعنی جس نے محفل میلاد النبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اپنے دوستوں اور بھائیوں کو اکٹھا کیا، ان کو کھانا کھلایا اور مکان (محفل کے لیے) خالی کرایا یا میلاد پڑھانے کا سبب بنا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کے دن صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اٹھائے گا اور اس کا ٹھکانہ جنت نعیم ہوگا۔

عظیم محدث ابوالفرح عبدالرحمٰن بن علی (م ۵۹۷) جو ابن جوزی کے لقب سے مشہور ہیں، لکھتے ہیں:

''پاک ہے وہ ذات جس نے سلطان الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور آپ کے ذکر اور قدر و منزلت کو ملکوت میں بلند و بالا فرمایا اور ہر اس شخص کے لیے جہنم کی آگ سے پردہ اور ستر بنایا جو آپ کی ولادت باسعادت پر اظہار فرحت و مسرت کرتا ہے،

مَنْ أَنْفَقَ فِیْ مَوْلِدِہٖ دِرْھَمًا کَانَ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم لَہٗ شَافِعًا وَ مُشَفَّعًا وَ اَخْلَفَ اللّٰہُ عَلَیْہِ لِکُلِّ دِرْھَمٍ عَشْرًا---

''جس شخص نے حضور ﷺ کے میلاد کے لیے ایک درہم بھی خرچ کیا تو حضور ﷺ اس کے لیے شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت قبول ہوگی اور (میلاد کے لیے خرچ کیے گئے) ہر درہم کے بدلے دس گنا اجر عطا فرمائے گا''---

[مولد العروس، دار الکتب السبعیة، بیروت لبنان، صفحہ ۸]

ان شواہد کے علاوہ خود حجاز مقدس میں حرمین شریفین کے رہنے والے مسلمانوں کا معمول رہا ہے کہ وہ باقاعدگی سے میلاد شریف یا ذکر رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا اہتمام کرتے تھے۔

[فیوض الحرمین، صفحہ ۱۱۵، شاہ ولی اللہ دہلوی، دارالاشاعت، اردو بازار کراچی]

ان محافلِ ذکرِ رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا بنیادی مقصد ''ازدیاد محبت مصطفیٰ'' علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اگر یہی امر پیش نظر رہے تو پھر محفل کے انعقاد میں نزاع کیسا؟ جب کہ شرکاء محفل اس کی روحانی تابانیوں سے اپنے ظاہر و باطن کو منور کر کے اٹھیں۔ آج کے اس گئے گزرے دور میں مَیں سمجھتا ہوں حضور اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے پاکیزہ اور بابرکت جذبات پیدا کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ کیوں کہ پورا معاشرہ خصوصاً نئی نسل اس نعمت سے کلیتہً تہی دامن ہو رہی ہے۔ فواحش کا زور و شور ہے اور یہ انقلابِ قلب و روح اس وقت تک ناممکن ہے جب تک آپ اپنے قال و حال کو محبت رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے سانچے میں نہیں ڈھال لیتے اور جب تک بات زبانی قصہ گوئی تک رہے گی، گوہر مقصود ہاتھ نہیں آ سکتا۔

المیہ تو یہ ہے کہ ہم خود دینی اقدار اور دینی شعار کو اپنانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں اور اپنے جان و ایمان کے والی آقا و مولیٰ محبوب خدا محمد مصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کرنے یا سننے میں دلوں اور دماغوں پر ایک بوجھ محسوس کرتے ہیں۔ آج مساجد کے صحن دیکھیے، جمعہ کے دن اذانِ ثانی تک (معاذ اللہ) سنسان اور ویران کھنڈروں کا منظر بنے ہوتے ہیں گھر پر ضروری تو کیا کوئی غیر ضروری کام بھی نہیں پھر بھی ہم خشیت ربانی سے عاری اپنے گھروں میں لغویات ولہویات میں

مشغول ہوتے ہیں۔ دل میں اگر ذرّہ سی کسک ہواور اپنے پیارے رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس سے لگاؤ کا پاس ہواور خوفِ الٰہی کی رمق پہلو میں محسوس ہو تو یقیناً ہم خدائی فرمان ﴿فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ﴾ [سورہ جمعہ، آیت ۹] کی اطاعت میں کبھی کسل مندی اور غفلت کا مظاہرہ نہ کریں۔ نفسیات کا مسلّمہ اصول ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا، ہر شے اور ہر خو و خصلت سے محبت ہوتی ہے۔ آیئے ذرا اماں صدیقۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے آں حضور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائل و عادات، اخلاق و کردار تو پوچھیں، تو کیسا پیارا جواب ملتا ہے ((کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن)) یعنی آپ کے خصائل و عادات کا محور قرآن اور صرف قرآن تھا۔ آج ہم اپنی عملی دنیا میں اللہ اور اس کے رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی تعلیمات سے کٹ چکے ہیں اور اپنی خواہشات کو ارذل حرکات کے متعفن وسڑاند غلاظت کے ڈھیر میں بسا چکے ہیں۔

میرے نزدیک فلاح و کامرانی کی ضمانت صرف اور صرف اللہ جل جلالہ اور رسول کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام سے وفاداری سے منضبط ہے اور وفاداری کے لیے تعلیمات قرآنی سے اپنی زندگی کو مزین کرنا ہے، لیکن اس مقام پر محبت رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا سہارا حاصل کرنا ہوگا، ورنہ یقیناً ہمارا کھلا دشمن ابلیس ہمیں قرآن حکیم، کتاب ہدایت سے ہدایت کی بجائے یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا [البقرہ:۲۶] کے سحر میں الجھا دے گا اور پھر فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا وَّ مُرْشِدًا [الکہف:۱۷] کے مصداق کوئی دم ساز و مددگار دستگیر نہ ہوگا۔

ہر صاحب دانش کے نزدیک اس نقطہ نظر سے اختلاف بعید از انصاف ہوگا کہ جب تک محبت رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام دل کے اندھیرے کو دور کر کے اجالا نہ پھیلائے، کوئی اطاعت و عبادت کام نہ آئے گی۔ عبادت و اطاعت وہی کارآمد ہے، جس میں محبت الٰہی اور محبت محبوب علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ فگن ہو۔ حبِّ نبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام سے لبریز دل تو عرش الٰہی ہے یا یوں کہہ لیں عرش الٰہی وہی دل ہے جس میں حبِّ نبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے چراغ روشن ہوں، جذبہ محبت سے کیا ہوا تھوڑا عمل بھی بارگاہ احدیت میں بڑی قیمت پاتا ہے۔ اہل محبت ہی کا یہ مقام ہے کہ وہ ایک خرما خیرات کریں تو وہ جبل احد کے برابر سونا صدقہ کرنے کا ثواب پاتے ہیں۔

آیئے گلشنِ محبت میں چہچہاتے، گنگناتے، ہنستے، مسکراتے آغوش محبت میں ناز و نیاز سے ملے جلے انداز اپنانے والے قدسی صفات عشاق کے پیار کی اک جھلک دیکھ کر اپنے من کو محبت آشنا اور اطاعت آسا بنائیں۔ واقعہ بہت طویل ہے، اختصار کے ساتھ علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کی کتاب

''النعمة الکبریٰ علی العالم'' کے صفحہ ۵۲ سے خلاصہ پیش ہے:

''یمن میں عامر نامی ایک شخص بت پرست تھا، اس کی ایک بیٹی تھی جو جذام اور گنٹھیا کے امراض کا شکار تھی، عامر نے اس کے علاج کے لیے ہر ممکن کوشش کی، وہ اکثر اپنی بیٹی کو اپنے بت کے سامنے حاضر کر کے اس سے شفا طلب کرتا۔ ایسا اس نے کئی بار کیا، لیکن ہر بار مایوسی ہوتی۔ ایک دن میاں بیوی اپنے مکان کی چھت پر بیٹھے اپنے دگرگوں حالات پر افسردگی سے ہم کلام تھے کہ اچانک انہوں نے دیکھا کہ ایک نور ہے، جو آفاق سے پورے عالم پر چھا رہا ہے۔ اس نور کی چمک سے ان کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ انہوں نے دیکھا، فرشتے صف بہ صف کھڑے ہیں، پہاڑ سجدہ کر رہے ہیں، درخت جھکے جا رہے ہیں اور ایک منادی کہہ رہا ہے:

''ہادیٔ برحق نبی آخر الزمان علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں آ گئے''---

یہ اعلان سنا، ادھر بت کو دیکھا، وہ منہ کے بل گرا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے:

''خبردار! وہ ذات جلوہ گر ہو گئی جس کا سب کو انتظار تھا۔ جس سے شجر و حجر کلام کریں گے، جو چاند کو دو ٹکڑے کرے گا''---

میاں بیوی یہ کلام سن کر حیران ہو رہے تھے، بت سے پوچھا، وہ ہستی کہاں پیدا ہوئی ہے اور ان کا نام کیا ہے؟ بت سے بولنے والے ہاتف نے کہا:

''ان کا نام محمد علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور وہ سرزمین زمزم و صفا کے فرزند ہیں، ان پر بادل سایہ کرے گا''---

WWW.NAFSEISLAM.COM

عامر نے بیوی سے مشورہ کیا کہ ہم اس ہستی کی تلاش کریں، اچانک ان کی نظر مکان کی چھت پر پڑی، دیکھا کہ ان کی بیمار و لاغر بیٹی تندرست و توانا حالت میں کھڑی مسکرا رہی ہے۔ عامر نے پوچھا، بیٹی یہ سب کچھ کیا ہے، کیسے ہے؟ بیٹی نے کہا، ابا جان! میں مُردے کی طرح لیٹی ہوئی تھی کہ یکایک ایک نور کی تجلّی دیکھی اور یہ نورانی جھلک کسی کے مسکرانے کی تھی، میں نے اپنے آپ سے پوچھا، یہ نور کس کا ہے، یہ پاکیزہ ہستی کون ہے، جس کے مسکرانے سے اتنا نور ہوا ہے۔ ہاتف نے کہا، یہ نور عدنان کے لختِ جگر کا ہے۔ میں نے پوچھا، ان کا نام و نسب کیا ہے؟ تو جواب ملا، ان کا نام احمد ہے، وہ قریشی عدنانی ہیں۔ میں نے ہاتف سے کہا، کیا آپ نے میری تکلیف کو نہیں دیکھا؟ فرشتے نے کہا، تم اللہ سے اس ہستی کے وسیلے سے دعا مانگو۔ یہ سنتے ہی میں نے دعا کی، پھر ہاتھوں کو چہرے اور جسم پر پھیرا اور بیدار ہو گئی اور اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں تندرست ہوں۔

یہ سنتے ہی میاں بیوی مشورہ کر کے مکہ مکرمہ آئے، حضرت سیدہ آمنہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے دولت سرا پر دستک دی اور حضرت اماں جی علیہا السلام سے عرض کیا کہ ہمیں اس گل نو دمیدہ کے جمال جہاں آرا سے بہرہ ور فرمائیے، جن کے طفیل اللہ تعالیٰ نے موجودات کو نورِ جاں بخشا۔ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا، میں یہودیوں سے خوف زدہ ہوں، اس لیے بچہ دکھانے سے معذرت کرتی ہوں۔ عامر اور ان کی اہلیہ نے اپنی تمام سرگزشت سنائی، جس پر حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا نے ان کو اذن باریابی بخشا۔ جب حبیب مکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے انوار کی تجلیات دیکھیں، تو دونوں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے اور تکبیر و تہلیل کرنے لگے۔ رخ اقدس سے جب پردہ اٹھایا تو ان کی ایک دم چیخ نکل گئی اور اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ قریب تھا کہ ان کے جسم و جان کا رشتہ منقطع ہو جائے، انہوں نے حضور اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا اور فرط عقیدت سے منہ کے بل گر گئے۔ حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا نے ان کو رخصت ہونے کا حکم فرمایا۔ یہ لوگ تعمیل ارشاد میں نکل تو آئے مگر آتش عشق دلوں میں بدستور بھڑک رہی تھی۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے دل پر ہاتھ رکھا اور دیوانہ وار چیخ کر کہا:

مجھے حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے گھر لے چلو اور دوبارہ التجا کرو کہ مجھے سرکار کا جمال ایک بار پھر عنایت فرمائیں۔ چناں چہ واپس آ کر اجازت لے کر بارگاہ میں حاضر ہوئے تو عامر رضی اللہ عنہ حضور کو دیکھتے ہی قدموں میں گرے اور زوردار چیخ ماری اور عالم جاودانی کو انتقال کر گئے۔

زائر حرمین شریفین کا مشاہدہ

انیس صد ستاسی، فروری کی چودہ تاریخ کو زائر لاہور سے حجاز مقدس، حرمین شریفین کی زیارت و عمرہ کے لیے گیا دیار رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی یوں تو ہر بات نرالی اور من بھاتی ہے اور زائرین و حاضرین کا انداز محبت، عشق رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام میں روتی، آنسو بہاتی آنکھیں، سینوں میں سوز و گداز کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، پاس ادب بارگاہ حبیب علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام آنکھیں پرنم لیکن جھکی ہوئی، کیوں نہ ہو یہ بارگاہ اللہ جل شانہ کے بے مثل و یکتا محبوب کی بارگاہ ہے، جہاں فرشتے ادب سے نیاز مندانہ حاضری دیتے ہیں، جہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس ارواح، عالم مثال میں دست بستہ حاضر ہوتی ہیں:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا [عزت بخاری]

اگر چہ وہاں کی انتظامیہ الصلوٰۃ و السلام علیك یا رسول اللہ پڑھنے سے شدت سے

منع کرتی ہے۔ [شہاب ثاقب، صفحہ ۶۵، شیخ الہند حسین احمد مدنی، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور]
لیکن پھر بھی محبان نبی حکم الٰہی لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ [سورۃ حجرات، آیت:۲] کے پیش نظر کمال عقیدت ومحبت سے اپنے آقائے نعمت کے حضور اپنا نذرانہ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں اور زمانے کے ستائے ہوئے وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ [سورۃ النساء، آیت:۶۴] میں دی گئی رہنمائی کے تحت اپنی بپتا سناتے ہیں۔ کسی کو ریاض الجنۃ میں مصروف نیاز دیکھیں گے تو کوئی مواجہہ شریف کے سامنے دست بستہ آنسو بہا رہا ہے، لیکن ایک منظر جو زائر کی آنکھوں نے دیکھا، وہ عالم محسوسات میں واردات عشق کا انوکھا و نرالا منظر تھا۔ ایک مصری کڑیل جوان، رنگ سرخ وسفید، بالا قامت، مواجہہ شریف کے سامنے کھڑا ہے، اس کے آگے اس کی بیٹی ہے، جس کی عمر لگ بھگ آٹھ برس ہوگی۔ دونوں باپ بیٹی اتھرؤوں کے موتیوں سے دربار حبیب علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہار بنا رہے ہیں۔ شاید مقابلہ تھا! باپ اور بیٹی کے درمیان، عشق رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ و السلام میں مقابلہ، بیٹی! وہ ننھی سی بچی دست بستہ ہے اور اس کے والد کا انداز یہی ہے مگر اس نے بیٹی کے دونوں کندھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لے رکھا ہے۔ غالباً ایک گھنٹہ سے یہ پروانے شمع ہستی کے سامنے کھڑے تھے کہ یکا یک شاید باپ کے ہاتھوں کی گرفت کمزور ہوئی یا کیا ہوا، وہ عشق رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی پتلی، اپنے باپ کے ہاتھوں سے نکل کر مواجہہ شریف کی جالی مقدس کے ساتھ جا چھوئی اور زبان سے ''یارسول اللہ'' کی دل نواز آواز بلند کی۔ ابھی یہ منظر آنکھوں سے ٹکرایا ہی تھا کہ حضور اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پشت کیے کھڑے نگران نے بچی کو بازو سے پکڑ کر اوپر اچھالا اور فرش پر پٹخ دیا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، عظیم باپ کی عظیم بیٹی نے اُف تک نہ کی اور فوراً اٹھ کر اپنے باپ کے آگے کھڑی ہوگئی۔ کوئی بیس منٹ مزید مواجہہ شریف کے سامنے خاموش زبان سے اپنے نذرانے کی پذیرائی کی انتظار کی ہوگی کہ دیکھتے ہی دیکھتے بچی کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن [سورۃ البقرۃ:۱۵۶]) تعجب کی بات یہ ہے کہ عالم نزع میں بچی تڑپی، نہ بے قرار ہوئی، کسی عضو میں کوئی غیر معمولی جنبش نہیں، بس سراپا تسلیم ورضا ہو کر در حبیب پاک علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام پر جان کا نذرانہ دے گئی، لیکن باپ کے لب پہ حرفِ شکایت، نہ چہرے پر آثارِ غم وملال، بلکہ جاتے اور چلتے وقت مرحومہ بچی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور ذرا سا مواجہہ شریف کے سامنے جھک کر (خدا جانے اس جھکنے میں کیا ادا تھی، کیا اشارہ تھا؟) ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے عاشق صادق باپ اپنی معصوم لخت جگر کا لاشہ لے کر باب جبریل علیہ السلام سے باہر نکل گیا۔
کہنے کو ہم سب مصطفٰی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشق بنتے ہیں، مگر عشق نبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام

کے تقاضے کیا ہیں، اس کی طرف ہماری مطلق توجہ نہیں۔

محبت رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے قرائن بیان کرتے ہوئے حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضور کی محبت کی علامات سے یہ بھی ہے کہ آپ کا ذکر کثرت سے کیا جائے اور آپ کے ذکر کے وقت انتہائی درجے کی تعظیم وتکریم کی جائے۔ آپ کے نام نامی، اسم گرامی کو سنتے وقت کمال عجز وانکسار کا اظہار ہو''---

ابن اسحاق تجیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جمیل جب آپ کے بعد کرتے تو انتہائی عاجزی اور فروتنی سے کرتے، حتیٰ کہ سننے اور سنانے والے کے بال کھڑے ہو جاتے اور یہ بھی علامات محبت سے ہے کہ محبوب کے دوست کو دوست جانے اور دشمن کو دشمن جانے''---

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور احترام رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضور انور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب واحترام آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کس طرح کرتے تھے، کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا ایمان معیارِ ایمان ہے اور ان کا عمل رشد وہدایت کی کلید۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب عروہ بن مسعود واپس آئے، تو اپنی قوم سے کہا:

''خدا کی قسم! مجھے بادشاہوں کے درباروں میں جانے کا بارہا موقع ملا اور میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں، لیکن بخدا میں نے قطعاً کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم اصحاب محمد علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام، محمد علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی کرتے ہیں۔ واللہ! وہ رینٹھ یا تھوک اور بلغم نہیں پھینکتے مگر وہ ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتی ہے اور وہ اس کو اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ تعمیل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی پر وہ اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ آپس میں لڑ مریں گے اور وہ جب بات کرتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور ان کی تعظیم وتوقیر کی وجہ سے کوئی ان کی طرف تیز نگاہ سے دیکھ نہیں سکتا، انہوں نے تم پر رشد وہدایت کا کام پیش کیا ہے، پس تم قبول کرلو''---

[ابن ہشام، جلد۲، صفحہ ۳۷۴، ابن ہشام، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی]

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے چاروں طرف اصحاب جمع تھے۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ [ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نور محمد اصح المطابع، کراچی]

حضرت امام قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کو اس حال میں دیکھا کہ حجام آپ کے سر مبارک کے موئے مبارک کاٹ رہا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے اردگرد گردش کر رہے ہیں اور ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ آپ کا ہر موئے مبارک اس کے ہاتھ میں پڑے۔

''حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی اور خادمِ خاص تھے، فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے مرض وصال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے:

حَتّٰی اذا کان یَوْمُ الاِثْنَینِ و ھم صُفُوفٌ فی الصّلوٰۃِ، فکَشَفَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سِتر الحُجْرَۃِ، یَنظُرُ اِلینا وَ ھُوَ قَائِمٌ، کَأَنَّ وَجْھَہٗ وَرَقَۃُ مُصْحَفٍ، ثُمَّ تَبَسَّمَ یَضْحَکُ فَھَمَمْنَا اَن نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤیَۃِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---

چنانچہ پیر کے روز لوگ صفیں بنائے نماز ادا کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور کھڑے کھڑے ہم کو دیکھنے لگے۔ اس وقت حضور نبی اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ انور قرآن کے اوراق کی طرح معلوم ہوتا تھا، جماعت کو دیکھ کر آپ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے۔ آپ کے دیدارِ پُرانوار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم نماز توڑ دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ شاید آپ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں تشریف لا رہے ہیں، اس لیے انہوں نے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ کر صف میں مل جانا چاہا۔ لیکن حضور نبی اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اشارہ سے فرمایا کہ تم لوگ نماز پوری کرو۔ پھر آپ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے پردہ گرا دیا اور اسی روز آپ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا'' ---

[صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۹۴-۹۳]

''حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور نبی اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے، اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ مؤذن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر

عرض کیا: کیا آپ نماز پڑھا دیں گے تا کہ میں اقامت کہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھانا شروع کر دی، دورانِ نماز میں حضور علیہ و آلہ الصلوٰۃ و السلام بھی تشریف لے آئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے صف اوّل میں جا کر کھڑے ہو گئے، لوگوں نے تالیاں بجائیں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی اور جانب التفات نہیں فرمایا کرتے تھے۔ جب تالیوں کی آواز زیادہ ہو گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے تو رسول اللہ علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا (اور پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا) لیکن حضور علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اپنی جگہ پر قائم رہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں امامت کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے، حتیٰ کہ صف اوّل کے برابر آ گئے اور حضور نبی اکرم علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام نے آگے بڑھ کر امامت فرمائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور نبی اکرم علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

یَا أَبَابَــکْر! ما مَنَعَكَ اَن تَثبُتَ اذ أَمَرْتُكَ۔ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ : مَا کَانَ لِابنِ أَبِی قُحَافَةَ أَن یُّصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---

''ابوبکر! جب میں نے حکم دیا تھا تو تم مصلّے پر کیوں نہیں ٹھہرے رہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ وہ حضور کے سامنے امامت کرائے''---[صحیح بخاری، جلد۱، صفحہ ۹۴، ۱۶۲، ۱۶۵]

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر اپنے عزیزوں، والدین اور اولاد کو نہ صرف چھوڑ ہی دیا بلکہ وقت آنے پر ان کے خلاف تلواریں بے نیام کیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھو تو غایت تمنا یہی بیان فرماتے ہیں:

اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ---

آنکھوں میں بس گیا ہے جمالِ حبیبِ حق
دِل آشنا ہے لذتِ کیفِ دوام کا

[ارمغانِ محبت، صفحہ ۱۴۱، فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور شریف، حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مد ظلہم]

شرح صحیح مسلم (۷ جلد) اور تفسیر تبیان القرآن (۱۲ جلد)

کی عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضھم

---کا ایک اور عظیم تحقیقی شاہکار---

نِعمَۃ البَاری فی شرح صحیح البُخاری

چیدہ خصوصیات:

- ......مروّج اردو زبان میں تمام احادیث کا آسان اور عام فہم ترجمہ---
- ......متقدمین کی شروح کی روشنی میں احادیث کی واضح تشریح---
- ......اصول حدیث کے مطابق احادیث کی فنی تحقیق---
- ......ائمہ اربعہ کی امہات کتب سے ان کے مذاہب مع دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح---
- ......اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو---
- ......مسائل حاضرہ اور تازہ ایجادات کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر---
- ......''شرح صحیح مسلم''میں جن احادیث کی مفصل شرح کی جا چکی ہے، ان کا حوالہ دے دیا ہے اور ان کی مختصر شرح کی گئی ہے---
- ......صحیح بخاری کی جن احادیث کی شرح ''شرح صحیح مسلم ''میں کم کی گئی ہے یا جو احادیث صحیح مسلم میں نہیں ہیں، ان کی مفصل شرح کی گئی ہے---
- ......صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مفصل تخریج اور باب کے عنوان کی حدیث سے مطابقت واضح کی گئی ہے---
- ......صحیح بخاری کی مکرر احادیث کا صرف ترجمہ کیا گیا ہے اور جہاں اس کی شرح کی گئی ہے، اس حدیث کا نمبر دیا گیا ہے---
- ...... کتاب کے ابتداء میں ایک مقدمہ ہے، جس میں حجیت حدیث اور اصطلاحات حدیث کا مفصل ذکر ہے---

پیش کش:

فرید بک سٹال

۳۸۔ اُردو بازار لاہور

Ph:+92-42-7312173,7123435
Fax:+92-42-7224899
E-mail:info@faridbookstall.com
Web Site: www.faridbookstall.com

ربیع الاوّل کی بہار

پروفیسر عون محمد سعیدی

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

نثار تیری چہل پہل پہ ہزاروں عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

میلاد شریف منانا ایک عظیم سعادت اور بہترین عبادت ہے، اس سے محرومی سراسر بدبختی اور ازلی شقاوت ہے۔ ہر سال ماہ نور ربیع الاوّل شریف اپنی تمام تر عظمتوں، رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے اور خوش نصیب امتی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس کے فیوض و برکات کو سمیٹتے ہیں۔

یاد رکھیے! ربیع الاوّل کوئی عام سا مہینا نہیں ہے کہ جس کو سرسری طور پر گزار لیا جائے، یہ وہ مہینا ہے، جس میں دین اسلام کا سنگ بنیاد رکھا گیا، رب کائنات نے اپنی محبوب ترین ہستی کو عالم رنگ و بو میں انوار و تجلیات کے ساتھ روانہ فرمایا، سسکتی انسانیت نے انگڑائی لی اور عالم کا

رنگ نرالا ہوا۔علم کے خزاں رسیدہ چمن میں بہار آئی ،عمل کی پژمردہ کلیوں کو شگفتگی ملی ،سیاست کے خشک پتوں کو تازگی نصیب ہوئی۔معیشت کے بندھن آزادی سے ہم کنار ہوئے۔آسمانی ہدایات کے دروازے پھر کشادہ ہوئے۔مشرق ومغرب اور عرب وعجم میں غلبہ حق کا پروانہ جاری ہوا اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو ان کا رب مل گیا۔الغرض ربیع الاوّل میں رنگ ونور کا ایسا سیلاب آیا کہ جس کا احاطہ کرنے سے دنیا بھر کے قلم عاجز آ گئے۔

جب سراجاً منیرا کی تنویر سے ریگ زارعرب ضوفشاں بن گیا

ساری دنیا کی تاریکیاں چھٹ گئیں ، خارزارِ جہاں گلستاں بن گیا

کتنی احسان فراموش ہیں وہ طبیعتیں، جواب بھی آمد مصطفیٰ ﷺ کی تواریخ میں جشن مسرت پر سیخ پا ہوجاتی ہیں۔کتنے بدنصیب ہیں وہ قلم، جواب بھی پیارے آقا ﷺ کی عظمتوں کے اظہار پر مسلمانانِ عالم پرشرک و بدعت کے فتوے لگاتے ہیں۔کتنی بے لگام ہیں وہ زبانیں، جواب بھی ثنائے مصطفیٰ ﷺ کو روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگادیتی ہیں۔کتنی سیاہ بخت ہیں وہ روحیں، جواب بھی محفل میلاد سجانے پر تلملا اٹھتی ہیں۔کتنے تنگ دل ہیں وہ امتی، جن کے سینے اب بھی ذکر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گھٹن کا شکار ہوجاتے ہیں۔کتنے بے ضمیر ہیں وہ لوگ جو اپنے اکابر اور مدارس کے ایام منانے کو تو سراسر سنت اور سالارِ کائنات ﷺ کی یاد منانے کو سرتاپا بدعت بتاتے ہیں۔

فما اجھلہ و اجھل بہ---

WWW.NAFSEISLAM.COM

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ دنیا جہان کی ہر تاریخ کو یاد رکھا جائے ،لیکن میلاد مصطفیٰ ﷺ کی تاریخ کو بھلا دیا جائے ، جب کہ دنیا نور علیٰ نور ہوگئی۔جولوگ ماہ ربیع الاوّل میں حضور اکرم ﷺ کی یاد منانے سے روکتے ہیں، دراصل وہ یہ چاہتے ہیں کہ حسن و جمالِ مصطفی ﷺ کا تذکرہ بند کردیا جائے، فضائلِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان روک دیا جائے، رفعت وشان مصطفیٰ ﷺ کی بات ختم کردی جائے، محبت وعشق مصطفیٰ ﷺ کا چرچا نہ کیا جائے، نعت وثنائے مصطفیٰ ﷺ کا خاتمہ کردیا جائے، درود وسلام کے تحفے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں پیش نہ کیے جائیں۔معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ درحقیقت ذکر مصطفیٰ ﷺ کو روکنا چاہتے ہیں۔ تفو برتو اے چرخ گردوں تفو

ہم نے کیا کیا؟

مگر پیارے دوستو! ایک لمحہ کے لیے ٹھہر کر سوچیے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے اپنی بعثت مبارکہ کے بعد

فقط ۲۳ سال کے عرصہ میں دنیا کا نقشہ بدل کے رکھ دیا، جب کہ آج ہماری زندگی کے سالہا سال گزر چکے ہیں، مگر روئے زمین پر اسلام عروج کی بجائے زوال کی طرف جا رہا ہے۔ ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کے سچے آخری دین کے لیے کیا کیا؟ جس دین کی خاطر حضور ﷺ نے اپنا خون مبارک بھی پیش کر دیا، اس کے لیے ہم نے اپنا پسینہ بھی نہ بہایا۔ جس دین کی خاطر حضور اکرم ﷺ نے جان کی بازی لگا دی، اس کے لیے ہم نے انگلی بھی نہ ہلائی۔ جس دین کی خاطر حضور ﷺ نے اپنا کل مال صرف کر دیا، اس کے لیے ہم نے چند روپے بھی خرچ نہ کیے۔ جس دین کی خاطر حضور ﷺ نے اپنا وطن تک چھوڑ دیا، اس کے لیے ہم نے ایک قدم بھی نہ اٹھایا۔ جس دین کی خاطر حضور ﷺ نے ۲۷ غزوات میں ہتھیاروں سے مسلح ہو کر حصہ لیا، اس کی بقا کے لیے ہم نے احتجاج تک بھی نہ کیا۔ آخر یہ کیسی بے حسی ہے؟ یہ کیسی بے ضمیری ہے؟ یہ کیسی روگردانی ہے؟ اٹھیے اور اس ربیع الاوّل کو اس طریقہ سے منایئے کہ حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک ہم پہ راضی ہو جائے اور اسلام کا نام سربلند ہو جائے۔ آمین

عید میلاد النبی ﷺ منانے کا طریقہ

عید میلاد النبی ﷺ منانے کا طریقہ وہی بہتر ہے جس سے حضور ﷺ کی سنتیں زندہ ہو جائیں اور خلق خدا کی دعائیں حاصل ہوں۔ ہم ذیل میں میلاد شریف منانے کے چند ایک طریقے لکھ رہے ہیں، اگر ان سب پہ عمل کرنا ممکن ہو تو زہے نصیب، ورنہ جتنے پر عمل فرما سکیں ان پر ٹک کر لیں اور فوراً سے پیشتر عمل کرنے کی نیت کر لیجیے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بھی عطا فرمائے گا۔

۱۔ پانچ وقت کی باجماعت نماز پڑھنے کا آغاز فرمایئے اور گزشتہ فوت شدہ نمازوں کی قضا کیجیے۔

۲۔ اگر زکوٰۃ، عشر آپ کے ذمہ ہو تو اس کی فوری ادائیگی کا بندوبست فرمایئے۔

۳۔ طلباء یا طالبات کے لیے ایک عدد مدرسہ کا آغاز فرمایئے، ورنہ کسی ایسے سنی مدرسہ کا بھرپور تعاون فرمایئے جہاں دین متین کا صحیح طور پر کام ہو رہا ہو۔

۴۔ مولانا کوکب نورانی حفظہ اللہ کی سی ڈی ''آخر اختلاف کیوں'' خود بھی سنیے اور دوستوں کو بھی سنایئے، اپنے مسلمان بھائیوں کو بطور تحفہ پیش کیجیے۔

۵۔ درج ذیل کتابیں خود بھی لے کر پڑھیں اور کم از کم ان کا ایک ایک سیٹ اپنے کسی مسلمان بھائی کو تحفہ میں بھی دیں:

WWW.NAFSEISLAM.COM

● ......کنزالایمان، فتاویٰ رضویہ، حدائق بخشش (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

● ......(خزائن العرفان، حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ)

● ......میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ)

● ......ضیاءالقرآن، ضیاءالنبی (پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

● ......تفہیم المسائل (مولانا مفتی منیب الرحمٰن)، ● ......تاریخ نجد وحجاز (مفتی عبدالقیوم ہزاروی)

● ......جنتی زیور (مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی)، ● ......سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی)

● ......زلزلہ (مولانا ارشد القادری)، ● ...... بہارشریعت (مولانا امجد علی اعظمی)

● ...... برطانوی مظالم کی کہانی (مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری)

(● ......فتاویٰ نوریہ (حضرت فقیہ اعظم محدث بصیرپوری رحمۃ اللہ علیہ) اور صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری، مدیراعلیٰ ماہنامہ نورالحبیب کی تصانیف) اور

● ......کتب راقم الحروف (عون محمد سعیدی)---

﴿۶﴾ کسی ایک غریب مریض کا اپنے خرچ پر علاج کروائیے۔

﴿۷﴾ کسی غریب گھرانے کو ایک ماہ کا غلہ مہیا کیجیے۔

﴿۸﴾ اگر آپ نے ایک مٹھی بھر داڑھی شریف نہیں رکھی تو آج ہی اس کی نیت فرمالیں۔ مسلمان بہنیں مکمل پردہ کرنے کی نیت فرمائیں۔

﴿۹﴾ اپنی اولاد میں سے کم از کم ایک بیٹے اور ایک بیٹی کو عالم دین بنانے کا عزم کرلیں۔

﴿۱۰﴾ اپنے گھر کی چھت اور اپنی سواری پر ایک عدد سبز جھنڈا لگایے۔

﴿۱۱﴾ پورا مہینا ہر روز کم از کم ایک سو مرتبہ درود شریف کا تحفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کیجیے۔

﴿۱۲﴾ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محفل وقت کی پابندی کے ساتھ اس طرح سجائیے:

ایک تلاوت (قاری باعمل ہو)، ایک نعت (نعت خواں باعمل ہو)، ایک باعمل عالم دین کا خطاب (عالم مستند ہو)، درود وسلام، دعائے خیر (محفل ڈیڑھ سے دو گھنٹے میں ختم کردیجیے)---

﴿۱۳﴾ ۱۲ ربیع الاوّل کے جلوس میں صاف ستھرا سفید لباس پہن کر ضرور بالضرور شرکت کیجیے۔

۱۴ روزانہ رات کو سوتے ہوئے صرف دس منٹ کے لیے اپنے دین و مسلک اور موت و آخرت کے متعلق سوچ بچار کیجیے۔

۱۵ اپنے ہاں میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں سالانہ چار دروس کا بندوبست فرمائیں، جو تین ماہ کے وقفہ سے ہوں:

❶ ......درس قرآن، ❷ ......درس حدیث، ❸ ......درس فقہ، ❹ ......درس سیرت

میلاد النبی ﷺ منانے پر جلنا کیسا؟

بے شک ابلیس چار بار رویا:

① جب لعنتی بنا--- ② جب زمین پر اتارا گیا---

③ جب رسول اللہ ﷺ کا میلاد پاک ہوا---اور

④ جب سورۂ فاتحہ نازل کی گئی---

[البدایۃ و النہایۃ ابن کثیر، جلد۲، صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷، طبع بیروت]

ہر سال بعض اسلام دشمن عناصر کی طرف سے ربیع الاوّل شریف کی آمد کے موقع پر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے میلاد پاک کے خلاف کوئی نہ کوئی شر انگیز اور فتنہ پرور قسم کا غیر اسلامی پمفلٹ ضرور شائع کیا جاتا ہے، جس میں میلاد النبی ﷺ کے خلاف بغض و عناد کا مظاہرہ کرتے ہیں، زہر افشانی کی جاتی ہے، یہاں تک کہ نعوذ باللہ اسے ہندوانہ رسم تک کہہ دیا جاتا ہے۔ فرزندان اسلام سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل معروضات پر خصوصی توجہ فرمائیں اور فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے والے ان میلاد دشمن عناصر کا محاسبہ و مواخذہ فرمائیں:

میلاد شریف منانا سنت الٰہیہ، سنت رسول ﷺ، سنت انبیاء علیہم السلام، سنت صحابہ رضی اللہ عنہم اور سنت مومنین سے ثابت ہے۔ قرآن، حدیث اور سیرت کی کتابیں آمد مصطفیٰ ﷺ کے تذکروں سے معمور ہیں، البتہ ان کے دکھائی دینے کے لیے عشق و محبت کی نگاہ چاہیے:

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

- میلاد النبی ﷺ سنت الٰہیہ سے اس طرح ثابت ہے کہ قرآن کریم میں وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ کی آیت میں آمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تذکرے اور چرچے کیے گئے ہیں۔
- سنت رسول کریم ﷺ سے اس طرح ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سوموار کو روزہ رکھ کر

اپنا میلا د شریف منایا کرتے تھے۔ آج بھی اہل مدینہ حضور پاک ﷺ کی یہ سنت ہر سوموار کو ادا کرتے ہیں۔ (سبحان اللہ)

- سنت انبیاء علیہم السلام سے اس طرح ثابت ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے ہر نبی نے آپ ﷺ کی آمد کا تذکرہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا---

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ---

- سنت صحابہ سے اس طرح ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں بیٹھ کر حضور اکرم ﷺ کے میلا د کے تذکرے کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سیرت کی ہر کتاب کا آغاز حضور نبی کریم ﷺ کے میلا د سے ہی ہوتا ہے۔ اگر صحابہ کرام یہ تذکرے نہیں کرتے تھے تو کیا سیرت نگاروں نے میلا د کے واقعات خود سے ہی گھڑ کر اپنی کتابوں میں لکھ دیے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ اَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَ اَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

سیرت و میلا د کا تو آپس میں ایسا گہرا تعلق ہے کہ کوئی بھی سیرت کی کتاب ''تذکرۂ میلا د'' کے بغیر مکمل نہیں ہوتی بلکہ ''تذکرہ میلا د'' سیرت النبی کا سرنامہ ہوتا ہے۔

- سنت مومنین سے اس طرح ثابت ہے کہ آج تک تمام مسلمان ذکر میلا د سے اپنے قلوب کو سرشار کرتے چلے آئے ہیں، جس کے لیے علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتاب ''میلا د النبی'' ملاحظہ ہو۔ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ بردہ شریف میں میلا د شریف کے اشعار ذکر کر کے حضور ﷺ کا میلا د منایا ہے۔

مخالفین میلا د کو یہ اعتراض ہے کہ ''عید میلا د النبی ﷺ کے لیے ''عید'' کے لفظ کا استعمال دین میں تحریف ہے''---یاد رکھیے! ہمارے نزدیک عید میلا د النبی ﷺ اصطلاحی عید نہیں، بلکہ

عرفی عید ہے۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ عید کی اصطلاح کا مخصوص ہونا اور کسی دوسرے مقام پر اس کے استعمال کا حرام ہونا قرآن وسنت سے ثابت کریں، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر خود رائے سے اس کو مخصوص کر دینا دین میں تحریف اور ارتکاب بدعت ہے۔

مسلمان عام طور پر عید کا لفظ اکثر مواقع پر بہت زیادہ بولتے ہیں حتی کہ ''مخالفین عید میلاد'' خود بھی بولتے رہتے ہیں لیکن کسی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا کیوں کہ عرفاً استعمال کیا جاتا ہے۔ عید میلاد النبی ﷺ بھی اسی طرح کی عید ہے، نہ تو اس میں کوئی نماز عید ادا کی جاتی ہے اور نہ ہی اس میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ دیکھیے! لفظ ''جہاد'' کی اصطلاح امت مسلمہ میں کفار سے قتال کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے، تو کیا جہاد بالقلم اور جہاد باللسان جیسی اصطلاحیں ایجاد کرنا بھی دین کی تحریف میں شامل ہیں؟ اسی طرح ''قیام'' کا لفظ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت کے لیے مخصوص ہے تو کیا نماز کے علاوہ کھڑے ہونے کی حالت پر ''قیام'' کا اطلاق کرنا بھی دین میں تحریف ہے؟ علاوہ ازیں دیگر سیکڑوں اصطلاحات ایسی ہیں جو ایک مقام پر حقیقتاً اور دوسرے مقام پر مجازاً استعمال ہوتی رہتی ہیں۔ ان کے بارے میں تو آج تک آپ نے کوئی پمفلٹ شائع نہیں کیا۔ لگتا ہے کہ آپ کی مخالفت صرف ذات مصطفیٰ ﷺ سے ہے، ورنہ آپ باقی مقامات پر بھی اسی طرح کے فتوے ضرور جاری کرتے۔

قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

''ہم پر آسمان سے خوان نعمت اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی'' --- [المائدۃ:۱۱۴]

یہ بات قابل توجہ ہے کہ خوان نعمت اترے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن عید منائیں اور جب جانِ نعمت اترے تو وہ دن عید کا دن نہ ہو--- فتفکروا

آپ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ''حضور اکرم ﷺ نے اور صحابہ کرام نے کبھی میلاد نہیں منایا اور نہ ہی تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے'' تو پھر سنیے! حضور اکرم ﷺ نے خود برسر منبر اپنا ذکر ولادت فرمایا۔ [ترمذی، جلد۲، صفحہ۲۰۱]

بعض صحابہ کرام کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کے فضائل وشمائل بیان کیے۔ [زرقانی، جلد۱، صفحہ۲۷]

آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ۹ھ/۶۳۰ء میں غزوۂ تبوک سے واپسی پر آپ کے سامنے منظوم ذکر ولادت فرمایا۔

اگر تاریخ میں میلاد النبی ﷺ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا تو پھر ترمذی شریف میں ''باب میلاد النبی'' کہاں سے آیا؟ حضور ﷺ ہر سوموار اپنے میلاد کی خوشی میں روزہ کیوں رکھتے تھے؟

مشہور تبع تابعین حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کی پیاری پیاری باتیں سناتے تو بھرپور اہتمام فرماتے تھے۔ [اقامۃ القیامۃ، صفحہ ۴۴]

صدیوں پہلے وقت کا عظیم بادشاہ سلطان اربل لاکھوں دینار خرچ کر کے عظیم الشان محفل میلاد سجاتا تھا اور اس میں ہزارہا علماء و مشائخ جاتے تھے۔ نیز شیخ اشرفعلی تھانوی نے ''نشر الطیب'' میں حضور اکرم ﷺ کی نورانیت، اوّلیت اور میلاد کے واقعات درج کیے۔ نواب صدیق حسن بھوپالی کی ''الشمامۃ العنبریۃ فی مولد خیر البریۃ'' پوری کی پوری کتاب میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم، حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم ہر سال ۱۲/ربیع الاوّل کے دن لوگوں کو جمع کر کے میلاد مناتے تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی محفل میلاد کو ذریعہ نجات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتے اور کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کرتے تھے۔

[فیصلہ ہفت مسئلہ مع تعلیقات، صفحہ ۱۱۱]

آپ نے سیرت و تاریخ کی (خواہ وہ مخالفین میلاد کی ہی کیوں نہ ہوں) کون سی کتابیں پڑھی ہیں، جن میں میلاد کے واقعات موجود نہیں ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ سیرت و تاریخ کی کتابوں سے آپ نے میلاد النبی ﷺ کا باب نکال دیا ہو، جیسا کہ آپ لوگوں نے تبلیغی نصاب سے درود شریف کا باب نکال دیا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس ساری تحقیق کے بعد اب ہم نے آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا میلاد پاک کی حدیثیں اور فضائل رسول ﷺ قلم سے لکھنا تو جائز ہے اور زبان سے بیان کرنا حرام ہے؟ کیا چند مسلمانوں کا اکٹھے ہو کر سیرت کی حدیثیں بیان کرنا تو جائز ہے اور میلاد شریف کی حدیثیں بیان کرنا حرام ہے؟ پھر تو یہ آپ کی من گھڑت شریعت ہوئی نہ کہ وہ جس کا قرآن، حدیث اور تاریخ سے ثبوت ملتا ہے۔ یہ ختم نبوت کانفرنسیں، ایام خلفاء راشدین، یہ ہزارہا قسم کی نوع بنوع کانفرنسیں منانے کا رواج تو بالکل ابھی شروع ہوا ہے، تاریخ میں ان کا کہیں نام و نشان تک نہیں ملتا۔ آپ ان پر بدعت کا فتویٰ کیوں نہیں لگاتے؟ اگر محافل میلاد النبی ﷺ بدعت ہیں تو پھر یہ ساری کانفرنسیں بھی بدعت ہیں اور اس لحاظ سے آپ سب سے بڑے بدعتی ہیں۔

آپ کا اگلا اعتراض جلوس میلا دالنبی ﷺ پر ہے۔ ارے یہ تو اظہار محبت و مسرت کا ایک جائز طریقہ ہے، جس کو قرآن، سنت، اجماعِ امت اور قیاس میں کہیں بھی حرام قرار نہیں دیا گیا۔ آپ دنیا جہان کے کاموں کے لیے ''ایک سو ایک'' اہتمام کر کے تو سڑکوں پر آ سکتے ہیں مگر میلا د شریف کی خوشی میں گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے؟ فالی اللہ المشتکی

یہ جو ہر سال آپ رائے ونڈ وغیرہ میں اکٹھ کرتے ہیں اور جلوسوں کے جلوس نکال کر وہاں جاتے ہیں۔ بتایئے سیرت و تاریخ میں اس کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے؟ یا پھر آپ نے رائیونڈ میں نیا کعبہ تعمیر کر لیا ہے، جہاں آپ کی قوم غول در غول پہنچتی ہے۔ مختلف مذہبی ایشوز پر آپ لوگ آئے روز بڑے اہتمام کے ساتھ جلوسوں کے جلوس نکالے پھرتے ہیں۔ ان کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے؟ گزشتہ کئی سالوں سے مخالفین خود بھی ''ربوہ وغیرہ'' میں میلا دالنبی ﷺ کا جلوس نکال رہے ہیں، اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ''یہ دن منانے کی رسم ہم میں عیسائیوں اور ہندوؤں سے آئی ہے''۔ ابھی چند سطر پہلے جو ہم نے اسلاف سے میلا د شریف کا تاریخی تسلسل ثابت کیا ہے کیا یہ سب ہندوؤں اور عیسائیوں کے پیروکار تھے؟ (لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اچھا یہ بتایئے کہ جشن صد سالہ دیوبند منانے کی رسم بھلا کہاں سے آئی؟ جس میں ہندو وزیر اعظم اندرا گاندھی ''بنفس نفیس'' براجمان ہوئی تھی؟ جب کہ گولڈن جوبلی منانا تو ویسے ہی عیسائیوں کا طریقہ ہے۔

اسی طرح آپ کے شیخ الاسلام مولانا ٹانڈوی نے منبر رسول پر جونہرو گاندھی کو بٹھا کر اس کی ''جے'' کے نعرے لگوائے تھے، یہ رسم انہوں نے کہاں سے ایجاد کی تھی؟

قصورِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا؟
ہمیں الزام دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا

قرآن حکیم کی آیت ﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ﴾ کے مطابق، جب اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء کرام کے جوق در جوق تشریف لائے ہوئے عظیم اجتماع کا اہتمام کر کے آمد مصطفیٰ کا ذکر فرمایا تھا تو کیا یہ بھی عیسائیوں اور ہندوؤں کی اتباع میں تھا۔ و العیاذ باللہ

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ''جس حساب سے جشن ولادت پر چراغاں کا اہتمام کیا جاتا ہے،

اسی حساب سے ہمارے دلوں کی دنیا کیوں تاریک ہوتی جارہی ہے''۔ یہ تو آپ نے اپنے دلوں کے متعلق لکھاہے، کیوں کہ جتنا عید میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں دنیا بھر میں چراغاں ہوں، آپ کے دلوں میں اندھیرا ہوتا ہے، ورنہ اہل سنت کے دلوں کی دنیا تو اس چراغاں کو دیکھ کر بے حد وحساب روشن ہو جاتی ہے، بلکہ باطنی دنیا ظاہری دنیا سے ہزاروں گنا بڑھ کے روشن ہوتی ہے۔ اگر آمد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں جگمگاتے قمقموں کو دیکھ کر آپ کے دل تاریک ہو رہے ہیں تو خود اپنے دل کو روئیں اور جگر کو پیٹیں۔

آپ داڑھی شریف نہ رکھنے والوں کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''جس ذات (ﷺ) کی صورت مبارکہ سے دل میں نفرت ہو، اس کے ساتھ محبت کا دعویٰ کس حد تک صحیح ہے''---

توبہ کیجیے! یہ کس شیطان نے آپ سے کہہ دیا کہ جو داڑھی شریف منڈواتا ہے اس کے دل میں حضور ﷺ کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے۔ ایک مسلمان خواہ کتنا ہی کیوں نہ گناہ گار ہو، حضور ﷺ کی من موہنی صورت مبارکہ سے نفرت کا تصور کر کے ہی کانپ اٹھتا ہے۔ داڑھی منڈوانا یقیناً بدعملی ہے لیکن یہ حضور ﷺ کی صورت مبارکہ سے نفرت کی دلیل ہرگز نہیں۔ کیوں کہ عمل کا تعلق ظاہر سے ہے اور محبت کا تعلق باطن سے ہے۔ کیا آپ نے کسی کا دل چیر کے دیکھا ہے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے؟ پھر تو غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ اور غازی عامر چیمہ شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے نزدیک حضور ﷺ کی صورت مبارکہ سے نفرت کرتے ہوں گے۔ (نعوذ باللہ) شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ تو آپ کے نزدیک یقیناً حضور ﷺ کی صورت مبارکہ سے نفرت کرتے ہوں گے، جو کہتے ہیں:

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ ۔۔۔ زِ دیوبند حسین احمد، ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است ۔۔۔ چہ بے خبر زِ مقام محمدِ عربی ﷺ است
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ۔۔۔ اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

''یہ عجمی لوگ ابھی تک رموز دین سے واقف نہیں ہو سکے، ورنہ دیوبند کا صدر المدرسین حسین احمد بر سر منبر یہ نہ کہتا ''قومیں وطن سے بنتی ہیں''۔ یہ شخص محمد عربی ﷺ کے مقام سے کتنا بے خبر ہے؟ اے نادان! اپنے آپ کو در مصطفیٰ تک پہنچا دے، کیوں کہ دین سارے کا سارا یہی ہے۔ اگر تو در مصطفیٰ ﷺ تک نہیں پہنچ سکا تو پھر ساری کی ساری بولہبی ہے''---

سنیے سنیے! ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ جس نے انجانے میں بھی حضور اکرم ﷺ کی ذرّہ برابر توہین کردی، وہ اسی وقت دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ ذرا اپنی کتابوں میں اپنے اکابرین کی بارگاہِ الوہیت ورسالت میں گستاخیاں اٹھا کر دیکھیے اور پھر دوسروں پر حضور اکرم ﷺ کی صورت مبارکہ سے نفرت کا الزام لگایئے۔ سچ کہتے ہیں: کل مرء یقیس علٰی نفسہ

مخالفین میلاد ذرا اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں! ان کا اپنا کردار تو یہ ہے کہ وہ انہی داڑھی منڈانے والوں کو اپنے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور ان سے چندہ وصول کرنے کے لیے بار بار ان کے دروازوں پر چل کے جاتے ہیں۔ اب یہ لوگ خود اپنے متعلق اپنے ہی ضمیر سے فتویٰ لے لیں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

آپ کو ''لڈیوں، بھنگڑوں، ڈھول، بینڈ باجوں اور دھمالوں پر بھی اعتراض ہے''۔ یقین جانیے! ہمیں بھی ان سے اعتراض ہے، بلکہ بہت سخت اعتراض ہے، ناجائز کاموں سے ہم روکتے بھی ہیں اور روکنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں۔ جاہل لوگوں کا عمل ہمارے سر پر نہ تھوپیے، ورنہ کوئی سر پھرا ملک میں ہونے والے لاکھوں ناجائز کاموں کو آپ کے سر تھوپ دے گا، پھر آپ کیا جواب دیں گے، جو آپ کا جواب وہی ہمارا جواب۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ''رنگ برنگ پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے، قیمتی جبہ ودستار اور آرام دہ گاڑیوں میں بیٹھ کر جشن منانے والوں کو حضور اقدس ﷺ سے کیا نسبت ہوسکتی ہے؟'' اگر آپ کی آنکھوں میں بینائی موجود ہے تو متعدد جلسوں اور الیکشنوں کے موقع پر آپ نے اپنے فرقہ کے مولانا صاحبان کو بھی مذکورہ حالت میں دیکھا ہوگا۔ کیا ان کے متعلق بھی آپ یہی فرمائیں گے؟ اسی طرح آپ لوگوں کی تا حال شائع ہونے والی کتب نے گستاخانہ عبارات کے جو ہار اپنے گلے میں ڈال رکھے ہیں، ایک نظر ان کو بھی ملاحظہ فرمایئے۔ وہاں تو آپ کو سرکار دو عالم ﷺ کی نسبت یاد نہیں آتی، جب کہ آمد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں مہکتے پھولوں، یا درسول اللہ ﷺ میں پہنے جبوں، دستاروں اور ذکر حبیب ﷺ میں چلتی گاڑیوں کو دیکھنا، آپ کے لیے سوہان روح بن جاتا ہے۔ (اور ہاں! یہ آپ نے نسبتوں کو کب سے ماننا شروع کر دیا ہے؟) دراصل بات یہ ہے کہ آپ کے نفس نے آپ کو یہی باور کرار رکھا ہے کہ جس نے میلاد النبی ﷺ کی ڈٹ کر دشمنی کر لی تو اس نے گویا کوہ ہمالیہ فتح کر لیا۔

نوٹ: آپ نے کچھ سوالات بھی لکھے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کے جوابات سے نئی نسل کو آگاہ کیا جائے۔ (یہ نئی نسل کو آپ درمیان میں کیوں اٹھالائے، آپ صرف اپنی بات کیجیے) آپ کے سوال اور ان کے جواب حاضر ہیں۔

سوال: کیا گلی کوچوں اور چوکوں کی آرائش پر لاکھوں روپے لگا دینا کوئی اچھا کام ہے؟

جواب: جی ہاں دیگر ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے اس پر بھی کچھ رقم خرچ کرنا اچھا کام ہے اور باعث اجر وثواب ہے۔ یہ سارا خرچ مصطفیٰ ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کو اجاگر کرنے اور اس سے نئی نسل کو آگاہی بخشنے کے لیے ہوتا ہے۔ و رفعنا لك ذكرك، ایسا کرنے سے ایک اعلیٰ مقصد حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اس سے حضور اکرم ﷺ کی یاد دلوں میں تازہ ہوتی ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

اپنے بچوں کی پیدائش، اپنی شادی، اپنی ملازمت اور اپنے بزرگوں کی تاریخیں تو آپ ہر وقت یاد رکھتے ہیں اور ان کی یاد میں لاکھوں روپے بھی خرچ کر ڈالتے ہیں، مگر آپ چاہتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے میلاد پاک کی تاریخ کو اصلاً فراموش کر دیا جائے اور اس پر کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہ کیا جائے۔

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

لیکن ان شاء اللہ، ہم اہل سنت کے ہوتے ہوئے آپ کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔

صدائیں درودوں کی آتی رہیں گی، جنہیں سن کے دل شاد ہوتا رہے گا
خدا جل جلالہ اہل سنت کو آباد رکھے، محمد ﷺ کا میلاد ہوتا رہے گا

یاد رکھیے! حضور اکرم ﷺ کے نام پر مال تو مال اگر جانیں بھی لٹانا پڑیں تو ہم انہیں بھی لاکھوں کی تعداد میں لٹائیں گے، آزمائش شرط ہے۔

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں — ترے نام پر سب کو وارا کروں میں
غلامئ رسول میں موت بھی قبول ہے — جو ہو نہ عشق مصطفیٰ تو زندگی فضول ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ --- [یونس: ۵۸]

''اے حبیب! فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل کے ملنے پر خوشیاں منایا کرو،

(اس پر خرچ کرنا) یہ مال جمع کرنے سے بہتر ہے''---

یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ لوگو! اللہ کے فضل و رحمت کے موقع پر مال کو سینت سینت کر رکھنے کی بجائے خرچ کر کے خوشیاں منایا کرو۔ اب حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل، نعمت اور رحمت کوئی ہو سکتی ہے؟ حضور ﷺ تو فضل عظیم ہیں، نعمت کبریٰ ہیں، رحمۃ للعالمین ہیں، اس لیے یہ خوشیاں ہمیشہ منائی جاتی رہیں گی۔ کیوں کہ جائز مال سے جائز طریقہ پر خوشی کا اظہار کرنا قرآن حکیم کی اس آیت کی رو سے قطعاً جائز ہے اور خوشی منانے کے کسی خاص طریقے کا مسلمانوں کو پابند بھی نہیں کیا گیا، وہ ہر مباح طریقے سے منائی جا سکتی ہے۔ جس طرح اپنے جائز مال سے باقی سب خوشیاں منانا جائز ہیں، اسی طرح یہ خوشی منانا بھی ناجائز نہیں ہے۔

پھر یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ آج کل قومی اور بین الاقوامی میڈیا کے ذریعے معاشرہ میں جو باطل پرستی کا زہر گھولا جا رہا ہے، ایسے میں تو میلادالرسول ﷺ منانے کی اہمیت اور بھی دوچند ہو جاتی ہے۔ ضروری ہے کہ نئی نسل کو نت نئے طریقوں سے آگاہ کیا جائے کہ ان کا حقیقی راہبر و راہنما اور اصل مسیحا کون ہے۔ جب نئی نسل وسیع پیمانے پر ربیع الاوّل کی چہل پہل دیکھے گی تو فوراً اس کے ذہن میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کا خیال آئے گا۔ وہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کے حالات پڑھنے اور ان پر عمل کرنے میں دل چسپی لے گی۔ (جب کہ آپ اس سے روکنا چاہتے ہیں) ذرا سوچیے! کہیں آپ میلادالنبی ﷺ سے روک کر آنے والی نسلوں کو حضور ﷺ کی ذات اقدس سے دور تو نہیں کرنے جا رہے؟

سوال: کیا بجلی کے قمقموں، رنگ برنگی لائٹوں سے رات کی تاریکی میں دن کا سا سماں پیدا کر دینا بھی باعث ثواب ہے؟

جواب: جی ہاں اللہ تعالیٰ کے نازل فرمودہ قرآن کریم کے مطابق تو باعث ثواب ہے، جیسا کہ ابھی اوپر کی آیت کریمہ میں بیان ہوا۔ (البتہ جو قرآن آپ پڑھتے ہیں، اس کو آپ ہی بہتر جانتے ہیں) اسی طرح ایک اور آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ---

''اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو''---

اگر کوئی شخص رزقِ حلال سے قیمتی لباس زیب تن کرے، اعلیٰ کھانا کھائے، اچھی گاڑی میں بیٹھے، اہم راتوں اور شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر چراغاں کا اہتمام کرے تو اس آیت کی روشنی میں وہ قطعاً درست ہے۔ لہٰذا سب سے بڑی نعمت (ذات مصطفیٰ ﷺ) جس کی آمد پر اللہ تعالیٰ نے احسان جتلایا ہے، اگر کوئی اس پر خوشی کا اظہار کرے، چراغاں کرے، تو اس سے آپ کو کیوں تکلیف ہوتی ہے۔ کیا مخالفت کرنے کے لیے صرف ذات مصطفیٰ ﷺ ہی باقی رہ گئی؟

سوال: کیا خانہ کعبہ اور روضہ نبوی کے ماڈل بنا کر طواف کرنا بھی جائز ہے؟---

جواب: ماڈلز بنانا تو جائز ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں کعبہ شریف اور روضہ اقدس کا تصور اور ان کی محبت پیدا ہو۔ آج دنیا میں ہر اہم عمارت کا ماڈل تیار ہوتا ہے، اس کے متعلق تو کبھی آپ کے دل میں شک کا کانٹا پیدا نہیں ہوا، سعودی عرب میں بھی خانہ کعبہ اور روضہ شریف کے چھوٹے چھوٹے ماڈلز مل جاتے ہیں، ان پر بھی آپ نے کبھی اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی وہاں کے کسی مفتی نے انہیں حرام قرار دیا ہے۔ اچھا تو کیا چھوٹے چھوٹے ماڈل بنانا جائز ہیں اور بڑے بڑے ماڈل بنانا حرام ہیں؟ ارے بھائی! یہ کوئی جان داروں کی تصویریں ہیں کہ انہیں حرام قرار دیا جائے۔ اگر ایسا ہے تو پھر خانہ کعبہ اور روضہ اقدس کی تصویریں بھی حرام ہونی چاہییں جو آپ لوگوں کے گھروں، کتابوں اور رسالوں پر بھی بنی ہوتی ہے۔ ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

WWW.NAFSEISLAM.COM

امید ہے کہ اب آپ کعبہ شریف اور روضہ اقدس کے ماڈلز کی مخالفت ترک کر دیں گے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کو منع کیا جائے گا۔ باقی رہے اہل تشیع کے تعزیے تو ان کی حرمت دوسری وجوہات کی بنا پر ہے، اس کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تعزیہ داری'' کا مطالعہ فرمائیے۔

سوال: کیا فلمی گانوں کی طرز پر نعتیں پڑھنا بھی عبادت ہے؟

جواب: علماء دیوبندی حضرات بھی خوب خوب نعتیں پڑھ رہے ہیں۔ محافل بھی منعقد کرتے ہیں اور نذرانے بھی وصول کرتے ہیں، اس کے متعلق بھی غور فرمائیں۔ لیکن یاد رہے کہ ہمارے نظریہ کے مطابق نعت شریف پڑھتے ہوئے بازاری گانوں کی طرز اختیار کرنا درست نہیں، کیوں کہ اس سے آدمی کا ذہن گانوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، جو کہ بری بات ہے۔

ہم اس سے اپنے نعت خوانوں کو روکا کرتے ہیں اور اس کو غلط قرار دیتے ہیں۔ فاشھدوا انی معکم من الشاھدین

سوال: کیا محافل سماع کے لیے عورتوں کی خدمات حاصل کرنا باعث اجر ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک مروّجہ محافل سماع جن میں طرح طرح کی خرابیاں جڑ پکڑ چکی ہیں، قطعاً ناجائز ہیں، البتہ نعت شریف پڑھتے ہوئے اگر چھوٹی معصوم بچیوں کی آوازیں ساتھ شامل ہوں تو ناجائز قرار نہیں دی جاسکتیں۔لیکن مردوں کے درمیان نعت پڑھنے کے لیے عورتوں کی خدمات حاصل کرنا حرام اور قطعاً ناجائز ہے۔عورتیں فقط عورتوں کی محفل میں صرف اتنی اونچی آواز کے ساتھ نعت شریف پڑھ سکتی ہیں کہ ان کی آواز غیر مردوں تک نہ جائے۔ نعت شریف کے حوالے سے بقیہ معلومات حاصل کرنے کے لیے ہماری کتاب ''اپنی محافل کا قبلہ درست کیجیے'' ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: جب ملک کا بچہ بچہ قرضوں میں جکڑا ہوا ہو تو کیا اس قوم کو یہ کام زیبا دیتے ہیں؟

جواب: یہ سوال لاعلمی پر مبنی ہے، ملک کا بچہ بچہ تو قرض میں جکڑا ہوا تب ہوتا جب وہ قرض اس نے حاصل کیا ہوتا یا اس کے فائدے کے لیے خرچ ہوا ہوتا، تو پھر بچہ بچہ کیسے مقروض ہوا؟ اور یہ جو میلاد شریف کی خوشی کا اظہار ہوتا ہے، یہ اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے رزق حلال سے ہوتا ہے، لہٰذا یہ بالکل درست ہے۔اگر آپ کو قرض اتارنے کی اتنی ہی فکر ہے، تو بتایئے کہ ملک کا کتنا قرض اتارنے کی ذمہ داری آپ لیتے ہیں؟

۱۲/ربیع الاوّل، خوشیوں اور مسرتوں کا دن

اس پر جمہور کا اتفاق ہے کہ رحمت عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ۱۲/ربیع الاوّل بروز پیر ہوئی۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال مبارک ربیع الاوّل میں سوموار کے دن ہوا، البتہ تاریخ میں اختلاف ہے کہ ایک ربیع الاوّل کو ہوا یا دو ربیع الاوّل کو--- یہ بھی یاد رہے کہ نبی کا یوم ولادت ہو یا یوم وصال! دونوں سلامتی والے دن ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا○---[مریم:۱۵]

''اور یحیٰ پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے''---

WWW.NAFSEISLAM.COM

اسی طرح قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول مبارک ہے:

وَ السَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّاo---[مریم:۳۳]

''اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا''---

مذکورہ دونوں آیات کریمہ کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان مبارک کا مفہوم بھی اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ مَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّكُمْ---[الحدیث]

''میری حیات بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے''---

ثابت ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت ہو یا یوم وصال! دونوں خیر ہی خیر ہیں۔ شریعت مطہرہ میں وفات کا غم منانے کی صرف تین دن تک اجازت ہے۔ جو تین دن گزر جانے کے بعد کسی کی وفات کا غم منائے، وہ شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ چودہ صدیوں میں کبھی بھی باقاعدہ اہتمام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا غم نہیں منایا گیا۔ (سوائے اس وقت کے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا)

بارہ ربیع الاوّل خوشی منانے کا دن ہے

اس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد شریف ہوا، نہ کہ وصال مبارک۔ جیسا کہ ہم ابھی بڑے بڑے ائمہ کی تحقیقات سے یہ بات ثابت کریں گے۔ لیکن اگر کوئی شخص اصرار کرے کہ ۱۲/ربیع الاوّل کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا، تب بھی قرآن و حدیث کے مطابق وہ دن ہمارے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد منانا ہرگز خلاف شریعت نہیں ہے، ورنہ ان دو سوالوں کا جواب کیا ہوگا:

① مخالفین میلاد کی طرف سے ۱۲/ربیع الاوّل کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم غم کیوں نہیں منایا جاتا؟---

② اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ۹/ربیع الاوّل کو ہوئی تو پھر مخالفین ۹/ربیع الاوّل کو یوم میلاد کیوں نہیں مناتے؟ (جب کہ ہم تو ۹/ربیع الاوّل کو بھی میلاد مناتے ہیں)---

معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا بنیادی مقصد دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر خیر سے منع کرنا ہے۔ انہیں میلاد یا وصال سے کوئی سروکار نہیں۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ ساری دنیا تو ۱۲/ربیع الاوّل کو

حضورا کرم ﷺ کی آمد کی خوشیاں منارہی ہواور کچھ لوگوں کے چہروں پر ۱۲/بج رہے ہوں۔

ذکر روکے ، فضل کاٹے ، نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ ﷺ کی

بارہ ربیع الاوّل حضور ﷺ کا یوم وصال نہیں ھے

چودہ صدیوں کے تمام بڑے بڑے محققین کا اتفاق ہے کہ ۱۲/ربیع الاوّل حضورا کرم ﷺ کا یوم وصال نہیں ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

1. امام محمد بن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی ابتدا ۱۹/صفر، بروز بدھ، ۱۱ ہجری کو ہوئی، آپ ﷺ ۱۳ دن بیمار رہے اور آپ کا وصال ۲/ربیع الاوّل، ۱۱ ہجری، پیر کے دن ہوا“---

[الطبقات الکبریٰ، جلد۲، صفحہ ۹-۲۰۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت]

2. امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) روایت کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ ۱۹/صفر، بروز بدھ، ۱۱ ہجری کو سخت بیمار ہوئے، اس وقت آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ آپ کی تمام ازواج وہاں جمع ہو گئیں، آپ ۱۳ دن بیمار رہے اور ۲/ربیع الاوّل، ۱۱ ہجری کو پیر کے دن وصال فرما گئے“---

[دلائل النبوۃ، جلد۷، صفحہ ۲۳۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت]

3. امام ابوالقاسم بن الحسین بن العساکر (متوفی ۵۷۱ھ) لکھتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے ایک ربیع الاوّل کو پیر کے دن ۱۱ ہجری کو وصال فرمایا“---

4. حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

”علامہ واقدی نے کہا کہ آپ کا وصال ۲/ربیع الاوّل پیر کے دن ہوا“---

[البدایۃ و النھایۃ، جلد۴، صفحہ ۲۲۸، مطبوعہ دارالفکر، بیروت]

5. حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر (متوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”آپ کا وصال مبارک ۲/ربیع الاوّل کو ہوا“---

[فتح الباری، جلد۸، صفحہ ۱۷۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت]

6. علامہ بدرالدین عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

WWW.NAFSEISLAM.COM

''رسول اللہ نے پیر کے دن ایک ربیع الاوّل کو وصال فرمایا اور ابراہیم زہری نے کہا کہ آپ نے پیر کے دن ۲/ربیع الاوّل کو وصال فرمایا''---

[عمدۃ القاری، جلد ۱۸، صفحہ ۶۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر]

7 علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

''آپ نے ایک ربیع الاوّل یا دو ربیع الاوّل کو وصال فرمایا''---

[التوشیح، جلد ۴، صفحہ ۱۴۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت]

8 علامہ علی بن سلطان محمد القاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

''ایک قول یہ ہے کہ آپ نے پیر کے دن دو ربیع الاوّل کو وصال فرمایا''---

[المرقات، جلد ۱۱، صفحہ ۲۳۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان]

9 شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''آپ کا وصال دو ربیع الاوّل پیر کے دن ہوا''---

[اشعۃ اللمعات، جلد ۴، صفحہ ۶۰۴، مطبوعہ مطبع تیج کمار، لکھنو]

10 شیخ اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۴ھ) لکھتے ہیں:

''اور بارہویں جو (وفات) مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیوں کہ اس سال ذی الحج کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ (سوموار) ثابت ہے، پس جمعہ، نویں ذی الحج ہو کر ۱۲/ربیع الاوّل، دوشنبہ کی کسی حساب سے نہیں ہو سکتی''---

[نشر الطیب، صفحہ ۱۲۸، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور]

11 علامہ شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء) لکھتے ہیں:

''وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک ایک ربیع الاوّل ہے''---

[سیرت النبی، جلد ۲، صفحہ ۷ تا ۱۰، مطبوعہ دار الاشاعت، کراچی]

محققین کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال مبارک بروز پیر، ۱/ربیع الاوّل یا دو ربیع الاوّل کو ہوا۔ ۱۲/ربیع الاوّل کو یوم وصال ہونا عوام میں غلط مشہور کیا جا رہا ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ۱۲/ربیع الاوّل کو اسلاف کے طریقے کے مطابق بھرپور طریقے سے یوم میلاد منائے۔ اسلاف کے چند حوالے ملاحظہ ہوں:

1. حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے مجھ کو بتایا کہ میں میلاد شریف کے دنوں میں حضور اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکواتا تھا، ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ آیا، تو وہی چنے لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپ کے سامنے پڑے ہیں اور آپ بہت مسرور ہیں---[الدر الثمین]

2. حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں:

''اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل میلاد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں''---[فیصلہ ہفت مسئلہ]

3. شیخ رشید احمد گنگوہی کے استاذ شاہ عبدالغنی لکھتے ہیں:

''حق یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے ذکر میں فاتحہ پڑھ کر آپ کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچانے میں اور میلاد شریف کی خوشی کرنے میں ہی انسان کی کامل سعادت ہے---[شفاء السائل]

حیرت انگیز

ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل میں سے کسی نے اس کو خواب میں دیکھا تو اسے سخت عذاب میں مبتلا پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے، لیکن پیر کے روز عذاب میں کچھ کمی ہوتی ہے، جس انگلی کے اشارے سے حضور اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا، اس انگلی سے پانی میسر ہوتا ہے، جس سے پیاس بجھتی ہے---[بخاری]

علامہ ابن جوزی کہتے ہیں:

''جب ابولہب جیسے کافر کو، جس کی مذمت قرآن میں آئی ہے، میلاد کی خوشی کا صلہ ملا، تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آپ کی امت میں ہو کر آپ کی پیدائش کی خوشی کرتا ہے اور آپ کی محبت میں جتنا ہو سکے خرچ کرتا ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی یہی جزا ہوگی کہ اسے اپنے عام فضل و کرم سے جنت کے باغوں میں داخل فرمائے گا''---

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کیا ہے؟

علامہ مولانا محمد علی نقشبندی

محبت غذائے روح ہے، اِسی سے اہل ایمان کے دلوں کی دنیا آباد ہے، مقامات رضا میں یہ سب سے بلند اور افضل مقام ہے، محبت کے معنی اور اِس کی حقیقت کے کشف و بیان میں اہل محبت کی تعبیریں اور تفسیریں مختلف ہیں۔ درحقیقت اختلافِ تعبیرات، اختلافِ احوال پر موقوف ہیں۔

مواہب لدنیہ میں بعض محققین سے منقول ہے کہ محبت کی حقیقت اہل معرفت کے نزدیک ایک معلوماتی کیفیت ہے، جس کی الفاظ میں تعریف وتحدید نہیں ہوسکتی اور نہ ہی ہر کوئی اسے جان سکتا ہے، جب تک کہ بطریق وجدان وارد نہ ہو، کیوں کہ اس کی تعبیر وتشریح الفاظ سے ممکن نہیں ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ جتنی زیادہ وضاحت کی جاتی ہے اتنا ہی مفہوم خفی ہوجاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ تمام احوال میں محبوب کی موافقت کرنے کا نام محبت ہے اور یہ موافقت ایثار، بخشش اور اطاعت میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محبوب کی خوبیوں میں گم ہوجانے اور اُس کی ذات وصفات میں فنا ہوجانے کا نام محبت ہے۔

● ......حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی طرف سے جتنا بھی زیادہ ایثار کیا جائے

اُسے کم تصور کرنا اور محبوب کی طرف سے بخشش کتنی ہی کم ہو اسے بہت زیادہ جاننے کا نام محبت ہے۔ سچی محبت کرنے والا اگر اپنی ہر اس چیز کو جس پر وہ قدرت رکھتا ہے محبوب پر نچھاور کر دے تو وہ اُسے کم سمجھتا ہے اور شرمندہ رہتا ہے کہ حق محبت اَدا نہ کر سکا اور اگر محبوب کی طرف سے تھوڑی سی چیز میسر آ جاتی ہے تو وہ اسے بہت زیادہ سمجھتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ محبوب پر اپنی ہر چیز کو قربان کر دیا جائے اور اپنے لیے کوئی چیز باقی نہ رہے۔ دل سے محبوب کے سوا سب کچھ فنا کر دینے کا نام محبت ہے اور یہی کمال محبت کا تقاضا ہے، تاکہ دل میں غیر کے آنے اور غیر کی محبت سمانے کی جگہ نہ رہے اور بعض کہتے ہیں کہ محبوب کو پانے اور اُس کے دیدار کے شوق کے میں دِل کے سفر کرنے کا نام محبت ہے۔ [رسالہ قشیریہ]

● ......حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا، محبت یہ ہے کہ اِرادے مٹ جائیں، تمام صفات و درجات جل کر راکھ ہو جائیں اور بحر اشارات میں اپنے آپ کو غرق کر دیا جائے:

عشق اوّل ، عشق آخر ، عشق کل
عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل [داغ]

● ......حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت کو محبت اس لیے کہا گیا کہ یہ دل سے محبوب کے سوا تمام چیزوں کو محو کر دیتی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

● ......حضرت عبد اللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو کلیتہً محبوب کے حوالے کر دے، یہاں تک کہ تیرے پاس اپنی ذات میں سے کچھ بھی نہ رہے۔

● ......حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت وہ ٹہنیاں اور شاخیں ہیں جنہیں دِلوں میں لگایا جاتا ہے اور ان پر، ان کی عقلوں کے مطابق پھل آتا ہے۔

● ......حضرت محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، محبت یہ ہے کہ محبوب کے سوا ہر قسم کی محبت دِل سے دور ہو جائے۔

سچ تو یہ ہے کہ محبوب کی محبت میں روتا تو دِل ہے لیکن برستی آنکھ ہے اور خوب برستی ہے:

یارَب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازو
یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

''اے اللہ کریم! یہ چشمہ محبت کیسا چشمہ ہے کہ میں نے اِس سے ایک قطرہ محبت پیا اور اب تک آنکھوں کی راہ کئی دریا بہا چکا ہوں''---

اور اِسی برسنے سے اسرار حیات کھلتے ہیں:

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اَسرارِ حیات
یہ کبھی گوہر، کبھی شبنم، کبھی آنسو ہوا [داغ]

محبوب معظم حضور اقدس ﷺ سے امتی کی محبت

اس افضل و عظیم محبوب ﷺ کے امت پر اَن گنت اِنعامات و احسانات ہیں۔ لطف و کرم، رحمت و شفقت، تعلیم کتاب و حکمت، ہدایت صراط مستقیم، نارجہیم سے رستگاری، اِن میں سے ہر ایک انعام و احسان قدر و منزلت میں کتنا بڑا ہے۔ ہدایت کی طرف آپ ﷺ مسلمانوں کے لیے ذریعہ اور وسیلہ ہیں، اُن کی فلاح و نجات کے داعی ہیں، پروردگار عالم کے حضور اُن کے شفیع اور گواہ ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے کمالات و کرامات کچھ تو وہ ہیں جن کے انوار و آثار اِس عالم میں ظاہر و روشن ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کا ظہور آخرت میں روز قیامت ہوگا۔ آپ ﷺ خلیفہ رب العالمین اور نائب مالک یوم الدین ہیں، روز قیامت جو مقام حضور ﷺ کا ہوگا اور کسی کو حاصل نہ ہوگا اور جو قدر و منزلت محبوب الٰہی ﷺ کی ہوگی، کسی اور کی نہ ہوگی اور بحکم ربّ العالمین وہ آپ ہی کا دن ہوگا اور آپ ﷺ ہی کا حکم ہوگا۔

محبوب کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خود ہی اپنے امتیوں کے بارے محبت کے جام و کلام کا ذکر کر دیا ہے۔ فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَ وَالِدِہٖ وَ مِنْ نَّفْسِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ---[بخاری شریف]

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے والد، والدہ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''---

بے مثل شوق زیارت

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ عارف کامل تھے، حضوری پانے والے عاشق صادق، عالم معرفت اور بے مثال نثر نگار قلم کار تھے، ان کے جذبات کی گہرائی کو پانا ہر کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ تو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بے مثل شوق زیارت کا اظہار کرتے ہیں:

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَّجهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے پیکرِ حسن اور سرتاجِ انسانیت! یقیناً چودھویں کا چاند آپ ہی کے نور سے افشاں، چہرے سے درخشاں ہوا، پوری انسانیت آپ کے کمال کو بیان نہیں کر سکتی، الغرض مختصر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے بعد آپ کا وجود محمود ہی سب سے بزرگ و برتر ہے"---

غرضیکہ محبت کا سبب جو بھی ہو، وہ تمام اسباب سیّد السادات، منبع البرکات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التسلیمات میں ثابت وموجود ہیں، لہٰذا آپ ﷺ محبت کے مستحق وموجب ہیں، کیوں کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہماری محبت اپنی جان، اپنے مال اور اپنی اولاد سے کہیں زیادہ وافر ہے اور جو بھی اخلاص کے ساتھ حضور اقدس ﷺ پر ایمان صحیح لایا، اس کا وجدان آپ ﷺ کی محبت سے خالی نہیں ہے۔ حضرت سہیل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے تمام احوال میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولایت نہ دیکھی اور خود کو حضور اقدس ﷺ کی ملکیت نہ جانا، اس نے سنت اور محبت کی چاشنی ہی نہیں چکھی۔ حقیقت میں خود کو حضور اقدس ﷺ کی ملکیت جاننا اور آپ ﷺ کی سراپا غلامی اختیار کرنا ہی ذریعہ نجات ہے۔

دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے جو لپٹا یگانہ ہو گیا
جن کے حضور ہو گئے ان کا زمانہ ہو گیا [داغ]

محبّت کی علامتیں

حضرات! محبت کی علامتیں اور محبت کے تقاضے ملاحظہ کریں اور ان کو بروئے عمل لائیں۔

• متابعت

متابعت دلیل وعلامت محبت ہے، متابعت محبت کو اُبھارتی ہے، اس لیے طاعات وعبادات میں بوجھ اور مشقت محسوس نہیں ہوتی بلکہ غذائے قلب، نعیم روح اور راحت چشم معلوم ہو گی۔ متابعت سے مراد حدودِ شریعت پر قائم رہنا، احکام ملت سے تجاوز نہ کرنا اور حضور اکرم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے، جس نے میری سنت کو زندہ کیا،

بلاشبہ اُس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ الغرض! جو بھی متابعت کی صفت سے متصف ہے، وہ کامل المحبت ہے، خوش نصیب ہے، عالی مرتبت ہے۔

[اعمال حسنہ، صفحہ ۲۳]

• کثرت ذکر

کثرت ذکر لوازم محبت میں سے ہے اور بعض محبت کی تعریف دائمی ذکر محبوب سے کرتے ہیں، مثلاً درود شریف پڑھنا، حدیث شریف پڑھنا، مولود شریف پڑھنا یا مجالس میلاد شریف میں شامل ہونا۔ اصحاب علم حدیث کو حضور اقدس ﷺ سے ایک خاص نسبت اور ایک خاص لگاؤ ہوتا ہے، جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوتا، کیوں کہ اُن کی زبان پر ہمیشہ حضور اقدس ﷺ کے احوال و صفات کا ذکر شریف رہتا ہے، وہ اسے حرزِ جان بنائے رکھتے ہیں، جس کے نتیجہ میں اُنھیں حضور اقدس ﷺ کی ذات بابرکات کی معرفت و آگہی عطا ہو جاتی ہے۔ بکثرت درود و سلام پڑھنے کا ذکر، ثمراتِ انعام، حتیٰ کہ آخرت میں قربت محبوب کریم علیہ السلام کا بیان کئی مقامات پر درج ہوا ہے، سب کو پیش عمل رکھیں۔

• شوق زیارت

حضور اقدس ﷺ کا حسن کریمہ اصحاب محبت کے قلوب پر منقش ہوتا ہے، آپ ﷺ کی نورانی خیالی تصویر و شبیہ اتصالِ باطنی قوی ہوتی ہے اور جب آپ ﷺ کے اسم گرامی کا ذکر شریف ہوتا ہے تو اس کی لذت ان کے ہونٹ بھی محسوس کرتے ہیں۔

میں نے لیا جو نام رسالت مآب ﷺ کا
اک پھول میرے ہونٹوں پہ مہکا گلاب کا [داغ]

محاسن نبوی ﷺ ان کے دِل میں متحضر ہوتے ہیں، محبوب کی عظمت دل میں مشاہدہ کرتی ہے اور یوں وہ ہمیشہ حاضر خدمت اقدس رہتے ہیں۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھ لو:

وَ صَلَّی اللّٰہُ علٰی نُوْرٍ کہ زو شد نورہا پیدا
زمیں از حب او ساکن، فلک در عشق او شیدا
دو چشم نرگسینش را کہ مَا زَاغَ الْبَصَر خوانند
دو زلف عنبرینش را کہ وَ الَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی

زِ سرِ سینہ اش جامی الــم نشــرح لك برخوان
زِ معراجش چہ می پرسی کہ سبحان الذِی اسریٰ

''اس نور پر لاتعداد درود ہوں کہ جس کے نور سے ہزار ہا نور پیدا ہوئے۔ زمین اس نور کی محبت سے سکون پذیر ہے (آرام دہ) ہےاور آسمان ان کے عشق کا شیداوولا ہے (اپنی بلندیوں سے) محبوب کریم ﷺ کے گنبد خضریٰ کو دیکھ دیکھ کر عشق و محبت کے سرور میں اپنی جگہ مستقل قائم و دائم ہے۔

محبوب کریم ﷺ کی نرگس مثل چشم ہائے مبارک ایسی ہیں کہ قاب قوسین کی رفعتوں پر باری تعالیٰ کے خالقانہ، مالکانہ، بے مثل ولاریب حسن زیبا کو دیکھتی ہیں، مسلسل دیکھتی ہیں، اِدھر اُدھر، دائیں بائیں کسی طرف اٹھتی نہیں ہیں، ٹکٹکی باندھے محو دیدار ہتی ہیں، رہی ہیں۔

محبوب کریم ﷺ کی جو عنبر صفت خوشبو سے لبریز زلفیں ہیں، ان کی سیاہی، چمک، دھمک، کشش و دل فریب ہیں۔ جس طرح اندھیری شب میں درخشندہ و رخشندہ اور ایسی پر کیف نظر آتی ہیں کہ ہم ادنیٰ اِنسان تو کیا خود سیدنا جبرئیل علیہ السلام دید سے سیر اور سراب نہیں ہوتے۔

تو اس محبت و کیف و سرور میں محبوبہ کائنات، دختر دلدار و دلپذیر، جنت کی خواتین سردار سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی دید کا عالم کیا ہو گا۔ پھر خود ام المومنین عائشہ صدیقہ، محبوبہ محبوب رب العالمین، آقائے رحمۃ للعالمین ﷺ کی قربت و محبت کے والہانہ انداز و حالات میں کس قدر مسرور سرشار فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہوتی ہوں گی۔

ارے جامی! عبدالرحمٰن جامی، مفسر و محدث جامی! ایسے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ اقدس وانور کے بارے کیا پوچھتے ہیں؟ ان نادان عاشقوں کو بتادو، اُن کی معراج معلوم کرنا چاہو تو سورۃ بنی اسرائیل سے پڑھ لو، سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ تو تمام راز کھل جائیں گے''---

• اشتیاق لقائے محبوب ﷺ

علامات محبت رسول ﷺ میں سے لقائے حبیب میں کثرت شوق بھی ہے، اِس لیے کہ ہر طالب و محبّ لقائے حبیب ﷺ کو دوست رکھتا ہے:

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دِلبر میں

ہماری نیند ہے محو خیال یار ہو جانا [احمد جمال]

علماء کرام فرماتے ہیں، بَعْض الْمَحَبَّةِ هِيَ الشَّوقِ اِلَی الحَبِیْب یعنی محبت کا ایک حصہ یہی شوق لقائے حبیب ہے اور سچ تو یہ ہے کہ محبوب کی جدائی میں بہاریں رُوٹھ جاتی ہیں اور محبت کرنے والے جدائی کے علاوہ کسی اور قیامت کے قائل نہیں ہوتے، چناں چہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ جب ذوق مضطرب کرتا تو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا قصد کرتے اور جمال جہاں آرا سے شفا کے متمنی ہوتے اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک مجلس میں آ جاتے تو ہم نشینی سے لذت و سرور حاصل کرتے اور تشنہ کامان دید، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے تاباں کو، جو تسکین دِل و جاں ہے، اپنی نظروں میں سمو لیتے۔

اسی طرح آج ہمارے لیے اس عمل کا نعم البدل یہ ہے کہ خود کو مواجہہ کے سامنے جالیوں کے پار نورعلیٰ نور آباد شہر کا تصور کریں اور درمیان میں اللہ کے محبوب کو عرش پر تشریف فرما گمان کریں اور تصور میں لاتے ہوئے و الضُحٰی چہرے، و الیل زلف و الفجر پیشانی کو ملاحظہ کرتے ہوئے والہانہ انداز و الفاظ میں بار بار پڑھیں:

مکھ چند بدر شعشانی اے، متھے چمکدی لاٹ نورانی اے

کالی زلف تے اکھ مستانی ایں، مخمور اکھیں ہین مدھ بھریاں

اس صورت نوں میں جان آکھاں، جانان کہ جان جہان آکھاں

سچ آکھاں تے ربّ دی شان آکھاں، جس شان توں شاناں سب بنیاں [پیر مہر علی]

• تعظیم و توقیر رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامات محبت میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر شریف کے وقت آپ کی تعظیم و توقیر بجالانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کے سننے پر اظہار خشوع اور انکساری کرنا بھی ہے، کیوں کہ دعوی محبت اور اظہار عاجزی لازم وملزوم ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وِصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے اور قبر اطہر پر حاضر ہوتے تو رونے لگتے اور خشوع و خضوع کا اظہار کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غایت درجہ تعظیم کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیبت و جلال سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ یہی حال تابعین اور تبع تابعین کا تھا۔ [جذب القلوب]

حضرت ابوابراہیم یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جب وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک کرے یا اس کے سامنے ذکر کیا جائے تو وہ خشوع وخضوع کا اظہار کرے اور بدن کو ساکن کر کے جنبش نہ دے، خود پر ہیبت وجلال طاری کرے، گویا کہ اگر وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو ہوتا اور اس وقت جو ادب واحترام فرض تھا، ویسا ہی ادب واحترام اب بھی بجالا رہا ہے۔

• اھل بیت اطھار رضی اللہ عنہم سے محبت

چوں کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر چیز سے برگزیدہ فرمایا اور عمومی فضیلت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخصوص فرمایا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اِس فضیلت کا اِطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو نسب، نسبت، صحبت، قربت قریب یا قربت بعید سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منتسب ہے۔ حقیقت میں ہر اس شخص سے محبت لازم ہے جو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔ چناں چہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے کی بنا پر ہے، جس طرح کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آل محمد کو پہچاننا، آتش دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے اور آل محمد سے محبت رکھنا، پل صراط سے امن سے گزرنا ہے اور آلِ محمد سے عقیدت ومحبت عذاب الٰہی سے اَمان ہے۔ پہچاننے سے مراد ان کی منزلت اور مرتبہ کو پہچاننا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انھیں کیا قرب اور کیا نسبت حاصل ہے اور جب ان کی اس نسبت کو جسے حق تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، پہچان لیا تو معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح ان کی خلاف ورزی سے گمراہی لازم آتی ہے اور ان کے احترام سے کس طرح گمراہی سے نجات ملتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو چیز انھیں غضب میں لاتی ہے، وہ مجھے بھی غضب میں لاتی ہے''---

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ اُمِ سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''عائشہ کے بارے میں مجھے ایذا نہ دو''---

اسی طرح بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''میری محبت کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی محبت رکھو''---

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے کاندھے پر اُٹھا کر فرماتے:

''یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انھیں مشابہت نہیں ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس بات پر ہنسا کرتے تھے''---[برکات آل رسول]

• صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اورادب وحقوق کے سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت وعظمت ان کے حق واحسان کی معرفت اوراس کی ادائیگی اوران کا اتباع واقتدا کرنا ہے اوران کے افعال واعمال اوران کے اداب واخلاق کی روشوں اورسنتوں پر عمل کرنا، اس حد تک جہاں عقل وخرد کی تاب نہیں اوران کی اچھے پیرایہ میں تعریف کرنا، ان کے ادب کالحاظ رکھنا اورانھیں دعاواستغفار سے یاد کرنا ہرایک صحابی کا حق ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ نے ہر صحابی کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ---

ان پر کسی حال میں نکتہ چینی اورتنقید نہ کریں، بلکہ ان کی نیکیوں، خوبیوں اورفضائل ومحاسن ہی کو بیان کرنا چاہیے اوراس کے علاوہ جو کچھ بھی ہو، اِس سے اغماض وسکوت کرنا چاہیے۔اس بنا پر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی صحبت یقینی ہے اوراس کے ماسوا جو کچھ ہے، وہ ظنی اورخیالی ہے۔

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لایا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتوقیر نہیں کرتا اورانھیں عزیز نہیں رکھتا اورنہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی قدرومنزلت کرتا ہے۔[اذکار صحابہ]

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے یقیناً وہ دین اسلام پر قائم ہے اور جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے یقیناً اُس نے راستہ کو روشن کیا ہے اور جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے محبت کی یقیناً وہ نور خدا سے منور ہو گیا اور جس نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت کی، بلاشبہ اس نے عروۃ الوثقیٰ کو تھام لیا اور جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھلائی اور خیر کے ساتھ یاد کیا تو وہ بلاشبہ نفاق سے بچ گیا اور جس کسی نے ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بغض رکھا وہ سنت اور طریقہ سلف کا مخالف ہوا اور مجھے خطرہ ہے کہ اُس کا کوئی عمل بھی آسمان پر صعود نہ کرے گا، جب تک وہ ان سب سے محبت نہ کرے۔[تذکرۃ الاولیاء]

[جاری ہے]

حیات النبی ﷺ

مفتی جلال الدین احمد امجدی

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

حدیث شریف کی معتمد اور مشہور کتاب مشکوۃ شریف، صفحہ ۱۲۱ پر ہے:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فنبی اللّٰہ حی یرزق---

یعنی سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ عزوجل نے زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے، لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں''---

اشعۃ اللمعات، جلد اوّل، صفحہ ۵۷۶ پر اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

پیغمبر خدا زندہ است بہ حقیقت حیات دنیاوی---

''خدا تعالیٰ کے نبی دنیاوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں''---

اور مرقاۃ، جلد دوم، صفحہ ۲۱۲ پر رئیس المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لَا فَرْقَ لَھُمْ فِی الْحَالَیْنِ وَلِذَا قِیْلَ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ---

''انبیائے کرام علیہم السلام کی قبل وصال اور بعد وصال کے زندگی میں کوئی فرق نہیں، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ محبوبان خدا مرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار، یعنی ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں''---

اور حدیث کی اسی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۱۲۰ پر، ابوداوٗد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور بیہقی یعنی حدیث کی پانچ معتمد کتابوں سے روایت ہے:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ أَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ---

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر (کھانا) حرام فرمادیا ہے''---

رئیس المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ، جلد دوم، صفحہ ۲۰۹ پر اسی حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ فِیْ قُبُوْرِہِمْ اَحْیَاءٌ---

''انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں''---

اور سید المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ المعات، جلد اوّل میں صفحہ ۵۷۴ پر اسی حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

حیات انبیا متفق علیہ است ہیچ کس را دردے خلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چناں کہ شہداء راست---

''انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کی زندگی سب مانتے آئے ہیں، کسی کو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، ان کی زندگی جسمانی حقیقی دنیاوی ہے، شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں ہے''---

حضرت شیخ محقق کی اس شرح سے یہ معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ حیات گیارہویں صدی ہجری تک یہ مسئلہ متفق علیہ رہا کہ انبیائے کرام بعداز وصال بھی زندہ رہتے ہیں، اس میں کسی کو اختلاف نہیں، یعنی جولوگ کہ انبیائے کرام کو زندہ نہیں مانتے، چاہے وہ دیوبندی ہوں یا وہابی، ان کا مذہب اور ان کا عقیدہ نیا ہے، اہل سنت و جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہمیشہ یہی عقیدہ رکھتے رہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور روزی دیے جاتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اگر بعد وفات زندہ نہ ہوتے اور مر کر مٹی میں مل گئے ہوتے (معاذ اللہ رب العالمین) تو معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے بیت المقدس میں کیسے آئے؟ معلوم ہوا کہ بے شک انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔

حیات انبیاء علیہم السلام

اور یہ بھی خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی جسمانی حقیقی دنیاوی ہے، شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام کا ترکہ نہیں تقسیم کیا جاتا اور نہ ان کی بیویاں دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں اور شہیدوں کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور ان کی بیویاں عدت گزارنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی برزخی نہیں ہے بلکہ دنیاوی ہے، بس فرق صرف اتنا ہے کہ وہ ہم جیسے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں، جیسا کہ نور الابصار کی شرح مراقی الفلاح مع طحطاوی، مطبوعہ مصر، صفحہ ۴۴۷ میں حضرت شیخ حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وَ مِمَّا مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ اَنَّـــہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حَیٌّ یُّرْزَقُ مُتَمَتِّـــعٌ بِجَمِیْعِ الْمَلَاذِ وَ الْعِبَادَاتِ غَیْرَ اَنَّـــہٗ حَجَبَ عَنْ اَبْـصَارِ الْقَاصِرِیْنَ عَنْ شَرِیْفِ الْمُقَامَاتِ---

''یہ بات ارباب تحقیق کے نزدیک ثابت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، لیکن جو لوگ کہ بلند درجوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں، ان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں''---

تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ!
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

شہاب العلوم حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض، جلد اوّل، صفحہ ۱۹۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

اَلْاَنْبِیَاءُ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ حَیَاۃً حَقِیْقَۃً---

''انبیائے کرام علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں''---

رئیس المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، مرقاۃ شرح مشکوۃ، جلد اوّل، صفحہ ۴۸۴ میں فرماتے ہیں:

أَنَّـــهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰـى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ وَ يُسْتَمَدُّ مِنْهُ الْمَدَدُ الْمُطْلَقُ---

''بے شک حضور ﷺ زندہ اور باحیات ہیں، انہیں روزی پیش کی جاتی ہے اور ان سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے''---

سید المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل مع اخبار، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، صفحہ ۱۶۱ میں فرمایا:

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت ﷺ بحقیقت حیات، بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم باقی ست وبر اعمال امت حاضر وناظر ومر طالبان حقیقت را ومتوجہان آں حضرت را مفیض ومربی ست---

''علمائے امت میں اتنے اختلافات وکثرت مذاہب کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آں حضرت ﷺ حیات (دنیاوی) کی حقیقت کے ساتھ قائم اور باقی ہیں۔ اس حیات نبوی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا وہم نہیں ہے اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں، نیز طالبان حقیقت کے لیے اور ان لوگوں کے لیے کہ آں حضرت کی جانب توجہ رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ ان کو فیض بخشنے والے اور ان کے مربی ہیں''---

اور پارہ ۲۳، آخری رکوع کی آیت کریمہ انک میت میں جو حضور ﷺ کے موت آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے، تو اس سے مراد اس عالم دنیا سے منتقل ہونا ہے اور احادیث کریمہ واقوال ائمہ میں حیات سے بعد وصال کی حقیقی زندگی مراد ہے۔

حیات انبیاء کرام علیہم السلام، واقعات کی روشنی میں

آقائے دو عالم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام بعد وصال زندہ ہیں۔ اس کے بارے میں احادیث کریمہ اور ائمہ عظام کے بہت سے اقوال بیان ہو چکے۔ اب ہم چند واقعات بیان کرتے ہیں، جن سے یہ بات اچھی طرح واضح اور روشن ہو جائے گی کہ نبی بعد وصال زندہ رہتا ہے، مرتا نہیں ہے۔

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ علیہ اپنی مشہور کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ، جلد اوّل،

صفحہ ۴۶۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان نورالدین رحمۃ اللہ علیہ جو عادل بادشاہ اور بڑے متقی تھے، ان کی رات کا بہت سا حصہ تہجد اور وظیفے میں صرف ہوتا تھا۔ ۵۵۷ء میں ایک رات جب کہ تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد وہ سوئے تو خواب میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ان کو نصیب ہوئی۔ سرکار اقدس نے دو کیری آنکھ والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بادشاہ سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے میری حفاظت کرو۔ بادشاہ گھبرا کر اٹھے، وضو کیا اور جب کچھ نوافل پڑھ کر دوبارہ سوئے تو پھر بعینہٖ وہی خواب دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں، ان دونوں سے میری حفاظت کرو۔ بادشاہ پھر بیدار ہوگئے، وضو کیا اور جب تیسری بار کچھ نوافل پڑھ کر سوئے تو پھر وہی خواب دیکھا۔ اٹھ کر فرمایا کہ اب نیند کی کوئی گنجائش نہیں۔ رات ہی کو فوراً اپنے وزیر کو بلایا، جو نیک اور صالح آدمی تھے، نام جمال الدین بتایا جاتا ہے، ان کو سارا قصہ سنایا، وزیر نے کہا، اب تاخیر کا موقع نہیں ہے، فوراً مدینہ منورہ چلیے، مگر اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کیجیے۔

بادشاہ نے فوراً رات ہی کو تیاری کی، وزیر اور بیس مخصوص خادموں کو ساتھ لے کر تیز رفتار اونٹنیوں پر بہت سامان اور مال و متاع لدوا کر مدینہ طیبہ پہنچے۔ شہر سے باہر غسل کیا اور نہایت ادب و احترام سے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ جنت کی کیاری (ریاض الجنہ) میں دو رکعت نماز نفل پڑھی اور حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر صلاۃ و سلام عرض کیا، پھر نہایت متفکر ہو کر بیٹھے سوچتے رہے کہ اب کیا کریں؟ وزیر نے اعلان کیا کہ بادشاہ نورالدین زیارت کے لیے آئے ہیں اور بہت سا مال اپنے ہمراہ یہاں کے لوگوں پر تقسیم کرنے کے لیے لائے ہیں، لہٰذا سب لوگ ان سے ملاقات کریں۔

اس اعلان کے بعد لوگوں کی آمد شروع ہوگئی، بادشاہ ہر آنے والے کو نہایت گہری نگاہ سے دیکھتے رہے، سب لوگوں نے یکے بعد دیگرے بادشاہ سے ملاقاتیں کیں اور عطائیں لے کر چلے گئے، مگر کیری آنکھ والے وہ دو شخص کہ جن کو خواب میں دیکھا تھا، نظر نہ آئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اور کوئی باقی رہ گیا ہو تو اس کو بھی بلا لیا جائے۔ معلوم ہوا کہ اب کوئی نہیں باقی رہ گیا ہے، مگر بادشاہ کے بار بار کہنے پر لوگوں نے بہت غور و خوض کیا تو کہا کہ دو نیک مرد نہایت متقی اور پرہیزگار مغربی بزرگ ہیں، وہ کسی سے کوئی چیز نہیں لیتے، بلکہ خود ہی بہت کچھ صدقات و خیرات اہل مدینہ پر کرتے رہتے ہیں، گوشہ نشین لوگ ہیں، سب سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ بادشاہ نے ان دو آدمیوں کو بھی بلوایا اور جب وہ آئے تو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ دو آدمی ہیں، جو خواب میں دکھلائے گئے تھے۔ بادشاہ نے

Nafse Islam WWW.NAFSEISLAM.COM

ان لوگوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم مغرب کے باشندے ہیں، حج کے لیے آئے ہوئے تھے، اس سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور سرکار اقدس ﷺ کے پڑوس میں رہنے کی تمنا ہوئی، تو یہاں ٹھہر گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ صحیح صحیح بتا دو۔ انہوں نے جو پہلے کہا تھا، پھر اسی جواب کو دوہرایا۔ بادشاہ نے صحیح بات بتانے پر بہت اصرار کیا، مگر ان لوگوں نے کچھ اور نہیں بتایا، بلکہ ہر بار یہی کہتے رہے کہ ہم لوگ حج کے لیے آئے تھے، پھر زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور کچھ روز کے لیے حضور ﷺ کے پڑوس میں قیام کر لیا۔ بادشاہ نے ان کی قیام گاہ دریافت کی، معلوم ہوا کہ روضہ مبارکہ کے قریب ہی ایک رباط میں رہتے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو یہیں روکے رکھیں اور خود ان کی قیام گاہ پر گئے۔ وہاں پہنچ کر بہت کچھ دیکھا بھالا، تو مال و متاع بہت سا ملا اور کتابیں بھی رکھی ہوئی ملیں، لیکن کوئی ایسی چیز نہیں ملی کہ جس سے خواب کے مضمون کی تائید ہوتی۔

بادشاہ بہت پریشان اور متفکر تھا کہ خواب سچ ہے، یہ دونوں آدمی وہی ہیں، جو خواب میں دکھلائے گئے، لیکن ان کے حالات سے معاملہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا اور مدینہ طیبہ کے لوگوں کا حال یہ تھا کہ بہت سے لوگ سفارش کے لیے آئے اور بیان دیا کہ یہ دونوں نیک بزرگ دن بھر روزہ رکھتے ہیں، ہر نماز جنت کی کیاری میں پڑھتے ہیں۔ ہر سنیچر (ہفتہ) مسجد قبا جاتے ہیں، کسی سائل کو بغیر کچھ دیے ہوئے واپس نہیں کرتے، اس قحط کے سال میں انہوں نے مدینہ شریف والوں کے ساتھ بہت ہمدردی اور غم گساری کی ہے۔ بادشاہ ان کے حالات سن کر تعجب کرتے تھے اور ان کی قیام گاہ میں ادھر ادھر متفکر پھر رہے تھے، یکا یک ان کے مصلے کو اٹھایا جو ایک چٹائی پر بچھا ہوا تھا اور چٹائی کے نیچے ایک پتھر بچھا ہوا تھا، جب اس کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ایک سرنگ ظاہر ہوئی جو بہت گہری کھودی گئی تھی اور بہت دور تک چلی گئی تھی، یہاں تک کہ حضور ﷺ کی قبر انور کے قریب پہنچ گئی تھی۔ یہ دیکھ کر سب لوگ دنگ رہ گئے۔ بادشاہ نے ان کو انتہائی غصہ میں کانپتے ہوئے مارنا شروع کیا اور کہا کہ صحیح صحیح واقعہ بتاؤ۔ ان لوگوں نے بتایا کہ وہ دونوں نصرانی ہیں۔ عیسائی بادشاہوں نے ان کو بہت سا مال دیا ہے اور آئندہ زیادہ دینے کا وعدہ کیا ہے، ہم لوگ حاجیوں کی صورت بنا کر اس لیے آئے ہیں تاکہ قبر انور سے حضور ﷺ کے جسم مبارک کو نکال لے جائیں۔ ہم دونوں رات کو یہ جگہ کھودتے تھے اور جو مٹی نکلتی تھی، اس کو چمڑہ کی دو مشکوں میں بھر کر رات ہی کو جنت البقیع میں

ڈال آیا کرتے تھے۔

بادشاہ اس بات پر کہ خدائے عزوجل نے اور اس کے پیارے مصطفیٰ ﷺ نے اس خدمت کے لیے ان کو منتخب کیا، بہت روئے۔ ان دونوں کو قتل کرایا اور حجرہ مبارکہ کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا، پھر اس خندق کو رانگہ یا سیسہ پگھلا کر بھروا دیا، تاکہ سرکار اقدس ﷺ کے جسم مبارک تک کبھی کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔

اس واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ہمارے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ زندہ ہیں۔ اگر وہ (معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ) مر کر مٹی میں مل گئے ہوتے، جیسا کہ وہابیوں اور دیوبندیوں کا عقیدہ ہے، تو بادشاہ نور الدین کو وصال کے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال بعد حفاظت کے حکم دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول زندہ ہیں اور وہابیوں، دیوبندیوں کا عقیدہ باطل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نصرانیوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کا نبی وصال فرمانے کے بعد مٹی میں نہیں مل جاتا، ورنہ کئی سو سال کے بعد وہ حضور ﷺ کے جسم اقدس کو نکال کر لے جانے کا پروگرام نہ بناتے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

رہا یہ سوال کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق حضور ﷺ خود دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور مشکلیں حل فرماتے ہیں، تو انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے بادشاہ نور الدین سے کیوں کہا اور نصرانیوں کو خود ہی کیوں نہیں ہلاک کر دیا اور جب وہ خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک نہیں کر سکتے تو وہ دوسروں کی مدد کیا کر سکتے ہیں؟ تو اس کا سوال کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ خدائے عزوجل کی عطا کی ہوئی طاقت سے اپنی حفاظت فرما سکتے تھے اور بادشاہ نور الدین کی مدد کے بغیر ان کے دشمن کو ہلاک کر سکتے تھے، جیسا کہ اسی کتاب وفاء الوفا، جلد اوّل، صفحہ ۴۷۱ میں ایک دوسرا واقعہ درج ہے کہ حلب کی ایک جماعت سے مدینہ کا حاکم مل گیا اور بہت سا مال رشوت لے کر ان کو حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے جسم مبارک کو لے جانے کی اجازت دے دی۔ جب وہ لوگ زمین کھودنے کے بہت سے ہتھیار لے کر باب السلام سے اندر داخل ہوئے اور حجرہ شریف کی طرف چلے تو حضرت شیخ شمس الدین صوات رحمۃ اللہ علیہ جو خادمین حرم نبوی کے افسر تھے اور اس واقعہ کے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

WWW.NAFSEISLAM.COM

و اللّٰہ ما وصلوا المنبر حتی ابتلعتھم الارض جمیعھم بجمیع ما کان معھم من الآلات و لم یبق لھم اثر---

''خدا کی قسم! وہ لوگ ابھی منبر شریف تک بھی نہ پہونچے تھے کہ اچانک ان کو اور ان سارے ساز و سامان کو زمین نگل گئی اور ان کا نام و نشان مٹ گیا''---

تو اسی طرح وہ دونوں نصرانی بھی ہلاک ہو سکتے تھے، مگر اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بادشاہ نور الدین کی کسی نیکی پر ساری دنیائے اسلام میں ان کے نام کو روشن و منور فرمانا چاہتے تھے اور آخرت میں ان کو مرتبہ جلیلہ پر فائز کرنا چاہتے تھے، اس لیے یہ خدمت ان کے سپرد فرمائی۔

لیکن اگر اب بھی کوئی بد بخت نہ مانے اور یہی بکتا رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دشمنوں کے ہلاک کی طاقت نہیں تھی، اس لیے بادشاہ نور الدین سے ہلاک کروایا تو اس بد بخت کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے محبوب کے دشمنوں کے ہلاک کرنے کی طاقت نہیں تھی، اس لیے وہ خود ہلاک نہیں کر سکا، بلکہ دوسروں سے ہلاک کروایا۔

برادران اسلام! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد وصال بھی زندہ ہیں۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ اور سماعت فرمایئے، حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الحاوی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں، ان کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور قبر انور کے سامنے کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے:

فِیْ حَالَۃِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُھَا
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَ ھِیَ نَائِبَتِیْ

''میں دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمت مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا، جو میری نائب بن کر حضور کے آستانہ مقدسہ کو چوما کرتی تھی''---

وَ ھٰذِہٖ دَوْلَۃُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَامْدُدْ یَمِیْنَکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِیْ

''اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا ہے لہٰذا اپنے دست اقدس کو عطا فرمایئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں''--

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عرض پر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر انور سے اپنے دست مبارک کو باہر نکالا، جس کو انہوں نے چوما۔

البنیان المشید میں ہے کہ اس وقت کئی ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا، جنھوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور کے دست اقدس کی زیارت کی [ا] خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثلِ سابق وہی جسمانی ہے

اولیاء اللہ بھی زندہ ہیں

وہابیوں دیو بندیوں کو تو انبیائے کرام علیہم السلام کے زندگی کے بارے میں بھی کلام ہے، یہاں تک کہ سید الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے، حالاں کہ اولیائے کرام و بزرگان دین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں یہ مرتبہ ملا ہے کہ وہ بھی بعد وفات زندہ رہتے ہیں۔ ثبوت کے لیے بروقت صرف دو واقعات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور بزرگوں میں سے ہیں، ان کا واقعہ عارف باللہ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی شریف کے دفتر چہارم میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کے ساتھ ایک راستہ سے گزر رہے تھے کہ اچانک شہر ''رے'' کے علاقہ میں خرقان کی طرف سے انہیں خوشبو محسوس ہوئی، حضرت اس خوشبو سے اس قدر مست ہوئے کہ چہرے کا رنگ کبھی سرخ ہوتا تھا اور کبھی سفید، ایک مرید نے عرض کیا کہ حضور کیا معاملہ ہے کہ میں حضرت کے چہرہ کا رنگ بدلتا ہوا پاتا ہوں؟ فرمایا کہ اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے، کہ جہاں درجہ ولایت و قطبیت کا ایک بہت بڑا بادشاہ اتنے سال کے بعد فلاں تاریخ کو تشریف لانے والا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے؟ فرمایا کہ ان کا نام ابو الحسن (رحمۃ اللہ علیہ) ہے، پھر سر سے لے کر پاؤں تک ان کا پورا حلیہ بیان فرمایا۔

حضرت کے بیان کے مطابق ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش کو لوگوں نے نوٹ کر لیا اور جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد وہی تاریخ آئی تو خرقان میں حضرت ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور سن بلوغ کو پہنچے تو لوگوں نے ان سے بیان کیا کہ حضرت بایزید

ا......اسی طرح کا ایک واقعہ سیدنا غوث اعظم کے بارے میں بھی منقول ہے۔ [تفریح الخاطر]

فرمایا کرتے تھے کہ ابوالحسن میرا عقیدت مند ہوگا اور میری قبر پر آکر مجھ سے فیض حاصل کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی اسی مضمون کا خواب دیکھا ہے۔ پھر آپ روزانہ صبح کے وقت حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہوتے اور چاشت کے وقت تک ان کے مزار کے سامنے باادب کھڑے رہتے اور فیض حاصل کرتے۔

ایک روز صبح کے وقت جب کہ آپ اس قبرستان میں تشریف لے گئے کہ جہاں حضرت کا مزار تھا، تو دیکھا کہ ساری قبریں برف سے چھپی ہوئی ہیں۔ آپ حضرت کی قبر مبارک کو پہچان نہیں سکے، جس کے سبب بہت پریشان ہوئے، تو پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ اسے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنیے:

بانگش آمد از حظیرہ شیخ حی ھَا اَنَا اَدْعُوْکَ کَیْ تَسْعٰی اِلَیَّ

''اچانک بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جو زندہ ہیں، ان کی قبر مبارک سے آواز آئی کہ میں تمہیں پکارتا ہوں، تم میری طرف آؤ'' ---

بے شک بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وفات کے بعد بھی زندہ ہیں۔ اگر وہ مر کر مٹی میں مل گئے ہوتے اور زندہ نہ ہوتے تو ان کی قبر مبارک سے اس طرح کی آواز ہرگز نہ آتی۔

حیاتِ جاوداں پاتا ہے آسی قتیلِ تیغِ ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اولیائے کرام بھی بعد وصال زندہ رہتے ہیں، اس سلسلے میں دوسرا واقعہ یہ سماعت فرمائیں، حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب وہ اپنے پیر و مرشد حضرت علاء الحق والدین علیہ الرحمۃ والرضوان کے آستانہ مبارکہ ''پنڈوہ شریف'' کی حاضری کے لیے گلبرگہ شریف (دکن) سے روانہ ہوئے تو جس روز صوبہ بہار میں منیر شریف کے قریب پہنچے، اسی روز حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ وفات سے کچھ پہلے انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ ایک سید صحیح النسب جو تارک سلطنت ہیں اور ساتوں قراءت کے حافظ ہیں، وہ عنقریب آنے والے ہیں، وہی میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں گے۔ حضرت کا وصال ہوگیا اور جنازہ بھی تیار ہوگیا، مگر جن کے بارے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی، وہ نہیں پہنچے، تو شیخ جلائی نام کے ایک شخص آپ کی تلاش میں نکلے۔ جب آبادی کے باہر پہنچے، تو انہیں دور سے ایک قافلہ آتا ہوا نظر آیا۔ قافلہ قریب پہنچا تو شیخ جلائی آپ کو تلاش کرنے لگے۔ لوگوں کی بھیڑ میں ان کو ایسا چہرہ نظر آیا کہ جن کی پیشانی میں نورولایت جگمگا رہا تھا۔ پوچھا کہ حضور سید ہیں؟ فرمایا کہ ہاں،

پھر ساتوں قراءت کے حافظ ہونے اور ترک سلطنت کے بارے میں دریافت کیا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ آپ ہی کے بارے میں حضرت نے وصیت فرمائی ہے تو بڑے اعزاو اکرام کے ساتھ آپ کو لائے اور حسب وصیت حضرت کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔

کچھ وقفہ بعد مخدوم صاحب کو اطلاع ملی کہ حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک ہاتھ قبر شریف سے باہر نکل آیا ہے اور بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے ہیں، مگر کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ معاملہ کیا ہے۔ حضرت مخدوم صاحب مزار شریف کے پاس پہنچے، جب قبر کے باہر نکلے ہوئے ہاتھ کو دیکھا تو آپ نے وہیں بیٹھ کر مراقبہ فرمایا اور جب سر اٹھایا تو لوگوں کو بتایا کہ حضرت منیری رحمۃ اللہ علیہ کو مردان غیب سے ایک ٹوپی ملی تھی، جس کے بارے میں حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ وہ میرے ساتھ قبر میں رکھ دی جائے، مگر آپ لوگ بھول گئے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی ٹوپی کو طلب فرما رہے ہیں۔ لوگوں نے تصدیق کی کہ واقعی حضرت نے ٹوپی کے متعلق وصیت فرمائی تھی کہ وہ میرے ساتھ قبر میں رکھ دی جائے، جسے ہم لوگ بھول گئے۔ اب وہ ٹوپی لائی گئی اور جب حضرت شیخ کے مبارک ہاتھ پر رکھی گئی تو آپ نے فوراً اپنا ہاتھ اندر کر لیا۔

یہ واقعہ بھی ببانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم بھی بعد وصال زندہ رہتے ہیں، اگر زندہ نہ رہتے تو حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ دفن کے بعد قبر سے باہر ہاتھ نہ نکالتے اور اولیائے کرام کیوں نہ زندہ رہیں کہ وہ تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر مرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے نام پر مرتے ہیں، وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے:

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

دعا ہے کہ اللہ عزوجل ہم سب کو مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رکھے اور گمراہی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بحرمة النبی الکریم الامین علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوات و اکمل التسلیم

خالقِ کل نے آپ کو مالکِ کل بنا دیا

الحاج محمد اسحاق خان

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ○﴾---[پارہ ۳۰، سورۃ الکوثر، آیت ۱]

''اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں''---
[کنزالایمان]

''بے شک ہم نے آپ کو کوثر (ایک حوض کا نام) اور خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے، عطا فرمائی ہیں''---[اشرفعلی تھانوی]

''بے شک دی ہم نے تم کو کوثر''---[محمود الحسن دیوبندی]

''ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے''---[فتح محمد خاں جالندھری]

Lo! we have given thee Abundauce---[Pik th all]

کثرۃ، وفرۃ، Abundauce----[قاموس العصری، بیروت]

''ہم نے تمھیں قابل فخر کثرت سے نواز رکھا ہے''---[سرفراز علی حسین]

''ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی''---[سرفراز محمد بھٹی]

To thee have we gravted the fount (of abaudance)---

[The Vision Lt Col (Retd) Sh. Abdur-Raoof]

مَنبع | Fount | [قاموس العصری، بیروت]

Fount, Spring, Source, Fountain---[Oxford Dictionary]

کَثُرَ		To be much or many
کَثَرَ		To out number
کَثْرَۃ	ضدِ قلت	Multiplicity
کَثِیرُ	بہت زیادہ، وافر، ضدِ قلیل	Abundant
اکثر		More numerous

[قاموس العصری، بیروت]

کوثر بروزن فوعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ کثرت سے بنا، بے حد زیادہ

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو رئیس المفسرین ہیں، عربی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ''خیر کثیر'' عطا فرمائی۔ حوضِ کوثر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا کردہ ان گنت نعمتوں اور فضل عظیم میں شامل ہے۔ ایک میدانِ حشر میں اور دوسرا جنت میں ہوگا۔ میدان محشر میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ساقی کوثر مقرر فرمایا ہے۔ تمام مومنین اپنی پیاس بجھانے کے لیے ان کے دست مبارک سے جام کوثر نوش کریں گے، جب کہ جنت میں اہل جنت لذت کے لیے پیئیں گے۔ وہاں کسی چیز کی حاجت نہ ہوگی۔ سبحان اللہ العظیم

حدیث بخاری شریف

((و اللہ معطی و انا قاسم)) ''اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور ہم تقسیم کرتے ہیں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام دنیا کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿قل متاع الدنیا قلیل﴾ دنیا کی کل متاع کو قلیل قرار دیا ہے، اس کے برعکس آپ کو جو عطا کیا وہ بہت زیادہ ہے۔

بہ بیں تفاوتِ راہ از کجا تا بہ کجا است

اس طرح دنیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملک کا ادنیٰ حصہ ہے۔ [تفسیر نور العرفان]

''کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں، یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری۔ یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے ''البحر المحیط'' میں اس کے چھبیس ۲۶/اقوال ذکر کیے ہیں اور آخر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی دنیوی دولتیں اور حسی اور معنوی نعمتیں داخل ہیں'' ---[مولانا شبیر احمد عثمانی]

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

بخدا خدا کا یہی ہے در ، نہیں اور کوئی مفر مقر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا ساتھ ہی منشئ رحمت کا قلم دان گیا

بخشش اس کی، صدقہ ان کا، دیتے وہ ہیں دلاتے یہ ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیے ہیں، دُر بے بہا دیے ہیں

ملک سخن شاہی تم کو رضاؔ مسلم جس سمت آ گئے ہیں سکے بٹھا دیے ہیں

یہ مقطع حضرت داغ دہلوی کا ہے، جنہوں نے آپ کی نعت سن کر فی البدیہہ یہ شعر کہا تھا۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

بے ان کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط ، یہ ہوس بے بصر کی ہے [حدائق بخشش]

راہِ عرفاں سے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں مسند ارشاد پر کچھ غم نہیں

ہوں مسلماں گرچہ ناقص ہی سہی اے کاملو!

ماہیت پانی کی آخر یم سے نم میں کم نہیں

غنچے مَا اَوحٰی کے جو چٹکے دنٰی کے باغ میں

بلبل سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں

اس میں میں زم زم [۱] ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم [۲] ہے کہ بیش

۱......زم زم کے معنی سریانی زبان میں تھم تھم، جب یہ چشمہ زمین سے ابلا، حضرت ہاجر علیہا السلام والدہ سیدنا اسماعیل علٰی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس خوف سے کہ پانی ریت میں مل کر خشک نہ ہو جائے، ایک دائرہ کھینچ کر فرمایا، زم زم۔ "ٹھہر ٹھہر" وہ اسی دائرہ میں رہ کر کنواں ہو گیا۔

حدیث شریف میں فرمایا کہ وہ نہ روکتیں تو سمندر ہو جاتا۔

۲......جم جم، بزبان عربی یعنی کثیر، کثیر کوثر سے مشتق ہے۔

کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں [۳]

پنجۂ مہر عرب ہے جس سے دریا بہ گئے
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

ایسا اُمی کس لیے منت کشِ استاذ ہو
کیا کفایت اس کو اِقْرَاْ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ نہیں

اوس مہر حشر پر پڑ جائے پیاسو تو سہی
اس گل خنداں کا رونا گریۂ شبنم نہیں

ہے انہیں کے دم قدم کی باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا، گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

سایۂ دیوار و خاک در ہو یارب اور رضا
خواہش دیہیم قیصر شوقِ تخت جم نہیں [حدائق بخشش]

اِن کو بے مانگے ملے، اُن کو رگڑ کر ایڑیاں ‌ ‌ ‌ صاحب کوثر کے ہم سر صاحب زم زم نہیں

انگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

مری طلب بھی انہی کے کرم کا صدقہ ہے ‌ ‌ ‌ قدم یہ اٹھتے نہیں، اٹھائے جاتے ہیں

رافع، نافع، دافع، شافع کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں
فیض جلیل، خلیل سے پوچھو آگ میں باغ لگاتے یہ ہیں
عبد دیگر، عبدہ چیزے دِگر ما سراپا انتظار او منتظر
منزہ عن شریك فی محاسنه فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

۳......مقدار سے سوال ہے یعنی کتنا کتنا۔ دنیا میں بہترین پانی آب زم زم ہے، اس میں دو خوبیاں پیاس اور غذا کے عناصر شامل ہیں۔ اس سے اعلیٰ پانی حوض کوثر کا ہے، جس میں دودھ اور شہد کی خوبیاں ہیں، اس سے بڑھ کر وہ پانی ہے جو حضور سرکار دو عالم ﷺ کی پانچ انگشتوں سے بیعت رضوان والے تقریباً چودہ سو صحابہ نے پیا، غسل کیا، جانوروں کو پلایا اور برتن بھر لیے۔ اس پانی کی مثل کائنات میں اب بھی محال ہے۔ [خصائص کبریٰ اردو، جلد ۲، صفحہ ۱۰۶]

''وہ ہستی مقدس بالاتر ہے، اپنے محاسن میں کسی دوسرے کی شرکت سے اور آپ کا جوہر حسن آپ کے سوا کسی دوسرے میں منقسم نہیں''---

یَا جَابِر اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرَ نَبِیِّكَ مُحَمَّد---

اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور پیدا فرمایا اور پھر اس نور کو پھیلا کر اس سے لوح و قلم، عرش و کرسی، ملک و ملکوت اور تمام عالم و آدم پیدا کیے۔

لب لعل و خط سبز و رُخ زیبا داری — حسن یوسف، دم عیسیٰ ید بیضا داری
شیوہ و شکل و شمائل، حرکات و سکنات — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

و کان فضل اللّٰہ علیك عظیما---

ہر کس و ناکس، سوائے آقائے نامدار مدنی تاجدار حضور اکرم نبی رحمت ﷺ کے، اللہ تعالیٰ کے فضل کا ہر وقت متلاشی اور تمنائی ہے، یہ صرف شان حبیب الرحمٰن ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے فضل عظیم کی آیت نازل کی ہے۔

''بصیرت کے اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الٰہی ذاتی، علم خلق عطاء، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقایہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل، ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو''---[اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ]

وَ اللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَیْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِیْ وَ لٰكِنْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا---[بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۷۹]

''اللہ کی قسم! اپنے بعد میں یہ نہیں ڈرتا کہ تم شرک کرو گے، مجھے یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں لگ جاؤ گے''---

عبدہٗ زِ فہم تو بالاتر است — زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است
عبدہٗ صورت گر تقدیرہا — اندر او ویرانہا تعمیرہا

ہر مرتبہ کہ بود در امکاں بر اوست ختم
ہر نعمتِ کہ داشت خدا شد برو تمام

معلوم شد کہ ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد بدست خود باذن پروردگار می دہند---

''جس کو چاہتے ہیں جو بھی پسند فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اپنے دست مبارک سے عطا فرماتے ہیں''---[اشعۃ اللمعات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ]

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن

بہر صورت کہ باشد یارسول اللہ کرم فرما
بلطف خود سروسامان جمع بے سر و پا کن [ایضاً]

نورالعرفان، صفحہ ۴۵۵، ۴۸۶، کلمات اللّٰہ، نبی کریم ﷺ کے محامد واوصاف ہیں، جو تحریر سے باہر ہیں۔حضور ﷺ آئینہ جمال کبریا ہیں، تب ہی پورا عکس آتا ہے، جب اس کی ایک جانب شفاف ہو اور دوسری جانب مسالم ہو۔حضور ﷺ ایک طرف سے نور ہیں اور دوسری طرف آپ پر بشریت کا غلاف ہے تاکہ مکمل آئینہ ہوں۔ یہاں بشریت والی جانب کا ذکر ہے۔جبریل امین علیہ السلام بشری لباس میں آئے مگر حقیقت نورانیت نہ بدلی۔

وَ ضَمَّ الْاِلٰہُ اسْمَ النَّبِی اِلٰی اسْمِہٖ اِذْ قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْھَدُ

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ نبی کا نام ملا رکھا ہے جب کہ پانچ وقت مؤذن اشھد کہتا ہے''---

وَ شَقَّ لَہٗ مِنْ اسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ فَذُوا الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ ھٰذَا مُحَمَّدٌ

''اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اعزاز کے لیے اپنے نام کے ساتھ مشتق کیا ہے، صاحب عرش محمود ہے اور یہ ''محمد'' ہیں''---

وَ اَنْذَرَنَا نَارًا وَ بَشَّرَ جَنَّۃً وَ عَلَّمَنَا الْاِسْلَامَ فَاللّٰہُ نَحْمَدُ

''اورانہوں نے آگ سے ڈرایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی، ہم اللہ تعالیٰ کے شکرگزار ہیں''---[حضرت حسان رضی اللہ عنہ، المتوفی ۶۸ھ]

بخاری شریف، جلد۲، صفحہ ۷۰۷، سب سے نچلی دوسطروں میں صلوٰۃ کی تشریح:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا---[الاحزاب:۵۶]

قال ابوالعالیہ صلوۃ اللّٰہ ثناؤہ علیہ عند الملائکۃ یصلون---

قال ابن عباس یصلون یبر کون---

۱ اللہ تبارک وتعالیٰ، ملائکہ فرشتوں کے پاس آقائے نامدار ﷺ کی ثنا بیان کرتا ہے''---

۲ ثنا بیان کر کے برکتیں نازل فرماتا ہے''---

مذکورہ وضاحت کے بعد جو شخص حضور کی ثنا بیان نہیں کرتا اس کا درود پڑھنا صحیح نہیں، صرف زبان سے الفاظ کی ادائیگی ہوگئی، جسے انگریزی میں Lip Service کہتے ہیں۔اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شان کا قائل نہیں! فاعتبروا

جہاں جہاں سے وہ گزرے، جہاں جہاں ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو | آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا نور مصطفیٰ او را بہا است | یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است
سرورِ انبیاء ﷺ کی سواری چلی | یہ سواری سوئے ذاتِ باری چلی
ابر رحمت اٹھا آج کی رات ہے | سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم
چناں باز آمدن از لامکانش | درون سینہ او و در کف جہانش
عبدہٗ صورت گر تقدیر ہا | اندر او ویرانہا تعمیرہا

سرکاردوعالم ﷺ کی مخالفت کر کے عمر بن ہشام ابوجہل ٹھہرا، جب کہ آپ کی نظر کرم سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی بنا اور اسلام کا پرچم دنیا کے ایک بڑے حصہ میں بلند کر کے سرکاردوعالم ﷺ کے پہلو میں دفن ہوکر سعادت علیا پائی۔

شہبازِ کرم برمن درویش نگر | بر حال من خستہ دل ریش نگر
ہر چند نیم لائق بخشائش تو | برمن منگر، بر کرم خویش نگر

گرارض وسما کی محفل میں، لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں، یہ نور نہ ہو سیاروں میں

❁❁❁❁❁

WWW.NAFSEISLAM.COM

وفیات

- گزشتہ دنوں مولانا الحاج غلام حسین نوری رحمۃ اللہ علیہ، ساہیوال کی اہلیہ محترمہ اور حافظ احمد سعید، مولانا نورالحبیب نوری کی والدہ محترمہ---

قاری مختار احمد نوری، قاری نیاز احمد، قاری منظور احمد والٹن لاہور کی والدہ محترمہ---اور صوفی برکت علی نوری، چک نمبر 15/S.P پاک پتن شریف قضائے الٰہی سے وفات پا گئے---

انا للہ و انا الیہ رٰجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

❁❁❁❁❁

معجزۂ شق القمر اور جدید سائنس

سلطان منیر رضوی

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

ہجرت سے ۵ سال قبل قریش کے کچھ لوگ حضور ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے سچے نبی ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے ناممکن کام کا خیال کرتے ہوئے کہا کہ چاند کو دو ٹکڑے کر دیں۔ چناں چہ حضور ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور لوگوں نے حرا پہاڑ کو اس کے درمیان دیکھا، یعنی اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اِس طرف اور ایک ٹکڑا اُس طرف ہو گیا۔ لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا، دیکھو، یاد رکھنا اور گواہ رہنا۔

کفار مکہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ ابن ابی کبشہ (یعنی رسول اللہ ﷺ) کا جادو ہے۔ کچھ اہل عقل لوگوں نے کہا کہ جادو کا اثر صرف حاضر لوگوں پر ہوتا ہے۔ اس کا اثر ساری دنیا پر تو نہیں ہو سکتا۔ چناں چہ انھوں نے طے کیا کہ اب جو لوگ سفر سے واپس آئیں، ان سے پوچھا جائے کہ کیا انھوں نے بھی اس رات چاند کو دو ٹکڑے دیکھا تھا۔ چناں چہ جب وہ آئے اور ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آ کر یہی کہیں تو حضور ﷺ کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔ اب جو بھی باہر سے آیا، جب بھی آیا، جس طرف سے آیا، ہر ایک نے اس کی شہادت دی کہ ہم نے

اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔اس شہادت کے باوجود کچھ لوگوں نے اس معجزے کا یقین کرلیا مگر کفار کی اکثریت پھر بھی انکار پر اَڑی رہی۔جس پر قرآن مجید فرقان حمید کی یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○﴾ ---[القمر:۲،۱]

''پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا'' ---[ترجمہ کنزالایمان]

قارئین کرام! چاند کا دوٹکڑے ہونا ایک معجزہ تھا،جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی سچی نبوت کے لیے بطور دلیل ظاہر فرمایا۔اس کو معجزہ اس لیے بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس کا ذکر قرآن وحدیث میں وارد ہے۔اگر قرآن وحدیث میں اس کا ذکر نہ ہوتا تو آج کے لوگ اس کو معجزہ تسلیم نہ کرتے۔جس طرح مذکور ہے کہ یہ معجزہ پوری دنیا میں دیکھا گیا،تو اس ضمن میں انڈیا کے جنوب مغربی علاقے مالابار کا ایک واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں،جس کا ذکر ایسے کئی واقعات سمیت لندن کی ''انڈین آفس لائبریری'' کے پرانے مخطوطات (حوالہ نمبر **Arabic 152-173** , **Arabic 2807**) میں تفصیلاً موجود ہے۔

''مالابار کے ایک بادشاہ چکراوتی فارمس نے چاند کے دوٹکڑے ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔اس نے سوچا کہ ضرور زمین پر کچھ ایسا ہوا ہے کہ جس کے نتیجے میں یہ واقعہ رونما ہوا۔اس نے اس واقعے کی تحقیق کے لیے اپنے کارندے دوڑائے تو اسے خبر ملی کہ یہ معجزہ مکہ میں کسی نبی کے ہاتھوں رونما ہوا ہے۔اس نبی کی آمد کی پیشین گوئی عرب میں پہلے سے ہی پائی جاتی تھی۔چناں چہ اس نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کا پروگرام بنایا اور اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام بنا کر عرب کی طرف سفر پر روانہ ہوا۔وہاں اس نے سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دی اور مشرف بہ اسلام ہوا۔نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق جب وہ واپسی کے لیے چلا تو یمن کے ساحل پر اس نے وفات پائی۔جہاں اب بھی اس کا مقبرہ موجود ہے،جس کو ''ہندوستانی راجا کا مقبرہ'' کہا جاتا ہے اور لوگ اس کو دیکھنے کے لیے وہاں کا سفر بھی کرتے ہیں۔اسی معجزے کے رونما ہونے اور راجا کے مسلمان ہونے کے سبب مالابار کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔اس طرح انڈیا میں سب سے پہلے اسی علاقے کے لوگ مسلمان ہوئے۔بعدازاں انہوں نے عربوں کے ساتھ اپنی تجارت کو بڑھایا''---

محترم قارئین! جس طرح ظاہر ہے کہ معجزہ عجز سے نکلا ہے، یعنی ایسا واقعہ ظہور پذیر ہو جس کو عقل تسلیم کرنے سے عاجز ہو۔ اسی طرح ایک برطانوی نوجوان مسٹر پڑکاک جو مختلف مذاہب پر تحقیق کر رہا تھا، وہ کہتا ہے کہ تحقیق کے دوران مجھے ایک مسلمان دوست نے قرآن پاک کی انگلش تفسیر مطالعہ کرنے کے لیے دی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اُسے گھر لے آیا۔ جب میں نے قرآن کو کھولا تو سب سے پہلے میری نظر جس صفحے پر پڑی وہ سورۃ القمر کی ابتدائی آیات تھیں۔ ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا، کہ کیا اس بات میں کوئی منطق ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوں اور پھر آپس میں دوبارہ جڑ جائیں۔ وہ کون سی طاقت تھی کہ جس نے ایسا کیا؟ ان آیات کریمہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں قرآن کا گہرا مطالعہ کروں۔ اس کے بعد میں اپنے گھریلو کاموں میں مصروف ہو گیا مگر میرے اندر سچائی کو جاننے کی تڑپ موجود رہی۔

برطانوی نوجوان کا کہنا ہے کہ ایک دن میں ٹی وی کے سامنے بیٹھا باہمی مذاکرے کا ایک پروگرام دیکھ رہا تھا، جس میں ایک میزبان کے ساتھ تین امریکی ماہرین فلکیات بیٹھے ہوئے تھے۔ پروگرام کا میزبان سائنس دانوں پر الزامات لگا رہا تھا کہ اس وقت جب کہ زمین پر بھوک، افلاس، بیماری اور جہالت نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں، آپ لوگ بے مقصد خلا میں دورے کرتے پھر رہے ہیں۔ جتنا روپیہ آپ ان کاموں پر خرچ کر رہے ہیں، اگر وہ زمین پر خرچ کیا جائے تو کچھ اچھے منصوبوں کے ذریعے لوگوں کی حالت کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ بحث میں حصہ لیتے ہوئے اور اپنے کام کا دفاع کرتے ہوئے اُن سائنس دانوں کا کہنا تھا کہ یہ خلائی ٹیکنالوجی زندگی کے مختلف شعبوں ادویات، صنعت اور زراعت کو وسیع پیمانے پر ترقی دینے میں استعمال ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سرمائے کو ضائع نہیں کر رہے بلکہ اس سے انتہائی جدید ٹیکنالوجی کو فروغ دینے میں مدد مل رہی ہے۔ جب انہوں نے بتایا کہ چاند کے سفر پر آنے جانے کے انتظامات پر ایک کھرب ڈالر خرچ آتا ہے تو ٹی وی میزبان نے تقریباً چیختے ہوئے کہا کہ یہ کیسا فضول پن ہے؟ ایک امریکی جھنڈے کو چاند پر لگانے کے لیے ایک کھرب ڈالر خرچ کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟ سائنسدانوں نے جواباً کہا کہ ہم چاند پر اس لیے نہیں گئے کہ ہم وہاں جھنڈا گاڑ سکیں بلکہ ہمارا مقصد کچھ اور تھا، ہم چاند کی بناوٹ کا جائزہ لے رہے ہیں۔ دراصل ہم نے چاند پر ایک ایسی دریافت کی ہے کہ لوگوں کو اس کا یقین دلانے کے لیے ہمیں اس سے دوگنی رقم بھی خرچ کرنا پڑ سکتی ہے، کیوں کہ تا حال لوگ

اس بات کو نہیں مان رہے۔ میزبان نے پوچھا کہ وہ دریافت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایک دن چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے اور پھر یہ دوبارہ آپس میں مل گئے۔ میزبان نے پوچھا کہ آپ نے یہ چیز کس طرح محسوس کی؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے تبدیل شدہ چٹانوں کی ایک ایسی پٹی وہاں دیکھی ہے کہ جس نے چاند کو اس کی سطح سے مرکز تک اور پھر مرکز سے اس کی دوسری سطح تک، کو کاٹا ہوا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ہم نے اس بات کا تذکرہ ارضیاتی ماہرین سے بھی کیا ہے۔ ان کی رائے کے مطابق ایسا اس صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی دن چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ہوں اور پھر دوبارہ آپس میں جڑ بھی گئے ہوں۔

اب وہ برطانوی نوجوان کہتا ہے کہ جب میں نے یہ گفتگو سنی تو اپنی کرسی سے اچھل پڑا اور بے ساختہ میرے منہ سے نکلا کہ اللہ نے امریکیوں کو اس کام کے لیے تیار کیا کہ وہ کھربوں ڈالر لگا کر سائنسی تحقیق کے ذریعے بھی اس معجزے کی تائید کریں جس کا ظہور آج سے ۱۴سو سال قبل مسلمانوں کے پیغمبر (ﷺ) کے ہاتھوں ہوا۔ میں بے ساختہ کہہ اٹھا کہ ضرور یہ مذہب سچا ہے۔ میں نے قرآن کو کھولا سورۃ القمر کو پھر سے پڑھا اور اس حقیقت سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

قارئین محترم! امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے ناسا نے اپنی سٹیلائٹ **(Apollo 10 & 11)** کے ذریعے چاند کی کچھ تصویریں حاصل کیں، جن سے صاف طور پتہ چلتا ہے کہ ماضی میں چاند دو ٹکڑے ہوا تھا۔ یہ تصویریں امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے ناسا کی ویب سائٹ پر موجود ہیں اور تا حال سائنس دانوں کی تحقیق کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ یاد رہے کہ ان تصاویر میں سے ایک تصویر جس میں چاند واضح طور پر تقسیم ہوا نظر آتا ہے، وہ چاند کے اس مقام کی تصویر ہے جس کو (Rocky Belt) کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہ دراڑ نہ ہو جو معجزہ کے رونما ہونے کی بنا پر وجود میں آئی مگر ہمارا ایمان ہے کہ معجزہ کے بعد چاند پر صورت حال کچھ ایسی ہی ہوئی ہو گی اور سائنس دانوں کے بیان سے بھی یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ قرآن مجید میں جس واقعہ کا ذکر آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے کیا گیا، وہ بالکل برحق ہے اور جس طرح یہ قرآن عظیم کی سچائی کی ایک عظیم الشان دلیل ہے، اسی طرح سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کی سچی رسالت کی بھی لاریب گواہی ہے۔

پھیلائے ہوئے گوشۂ دامانِ تجسس
سائنس، میرے آقا (ﷺ) کا پتا پوچھ رہی ہے

رہنمائے زکوٰۃ
ستائیسویں قسط

جنھیں زکوٰۃ دینا حرام ہے

پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری

اسلامی نظام زکوٰۃ کی یہ امتیازی خوبی ہے کہ اس نے مستحقین زکوٰۃ کی تعیین کے ساتھ ساتھ معاشرے کے ان افراد کو بھی نامزد کر دیا ہے جن پر زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا حرام ہے۔ کیوں کہ نظام زکوٰۃ کے ذریعے جن مقاصد کا حصول مقصود ہے، وہ تبھی پورے ہو سکتے ہیں جب منشائے شریعت کے مطابق صرف مستحقین کو ہی زکوٰۃ ملے اور غیر مستحق لوگوں پر اس کے دروازے بند ہو جائیں۔ مال زکوٰۃ کا مستحقین تک محدود رکھنا ایسا سنجیدہ اور اہم معاملہ ہے کہ قرآن کریم میں واضح طور پر مستحقین کی فہرست دے دی گئی ہے، حالاں کہ نظام زکوٰۃ کی بقیہ جزئیات و تفصیلات قرآن مجید میں بیان نہیں ہوئیں۔ قرآن وسنت کی فقہی تشریحات کے مطابق درج ذیل پر زکوٰۃ حرام ہے:

1. کافر و مرتد۔
2. غنی (دولت مند شخص)۔
3. زکوٰۃ دہندہ کے والدین، اس کی اولاد اور اس کی بیوی۔
4. نبی اکرم ﷺ کی اولاد۔

ان نکات کی مزید تفصیل یہ ہے:

① کافر و مرتد کو زکوٰۃ دینا حرام ہے

ضروری ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جائے وہ مسلمان ہو، اہل علم وفقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کافر کو زکوٰۃ دینا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِیَائِھِمْ وَ تُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ))---

[بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ]

''(زکوٰۃ) مسلمانوں کے مال داروں سے لی جائے اور ان کے فقراء کو دی جائے''---

ایک اور حدیث پاک سے بھی یہی مضمون واضح ہے۔ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ یہ صدقہ ہمارے امیروں سے لے کر ہمارے محتاجوں میں تقسیم فرمائیں؟ فرمایا: ہاں بے شک۔ [بخاری]

یہ احادیث اس مسئلے میں قطعی طور پر واضح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی زکوٰۃ، ان ہی کے فقراء کی طرف لوٹانے کا حکم فرمایا ہے اور کافروں کے لیے اس میں حصہ نہیں رکھا۔ کفار کی کئی اقسام ہیں؛ ان میں بعض وہ ہیں جو نظریاتی یا عملی طور پر مسلمانوں سے حالت جنگ میں ہیں، انہیں محارب کہا جاتا ہے، انہیں زکوٰۃ دینے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہیں مالی امداد دی جا رہی ہے، تاکہ اسے مسلمانوں کے خلاف استعمال کر کے انہیں نقصان پہنچائیں۔ دوسری قسم میں وہ کفار ہیں جو وجود باری تعالیٰ، نبوت اور آخرت کے منکر ہیں، انہیں ملحد کہا جاتا ہے اور وہ بھی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور بت پرستی میں مبتلا ہیں۔ یہ سب محارب کافروں کی طرح ہیں اور مسلمانوں کی زکوٰۃ کے مستحق نہیں ہیں۔ کافروں کی تیسری قسم اسلام سے پھر جانے والوں کی ہے، جنہیں مرتد کہا جاتا ہے، اسلام میں ایسا شخص واجب القتل ہے، وہ زکوٰۃ کا مستحق کیسے ہو سکتا ہے، زکوٰۃ تو ہمدردی اور رحم دلی کے برتاؤ کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ---[ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب ماجاء فی المرتد]

''جو شخص اپنے دین کو بدل لے، اسے قتل کر دو''---

اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو زکوٰۃ کا حکم

اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو ذمی کہا جاتا ہے، ان میں اہل کتاب عیسائی اور یہودی شامل ہیں۔ چوں کہ یہ لوگ اسلامی نظام کی عظمت و برتری کو تسلیم کر کے اسلامی تمدن میں رہنا قبول کر چکے ہوتے ہیں، اس لیے ان کے متعلق اسلامی احکام دیگر کفار کی نسبت نرم ہیں۔ جہاں تک فرض زکوٰۃ اور عشر کا تعلق ہے، اس میں اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کا بھی وہی حکم ہے جو دیگر کفار کا ہے کہ انہیں زکوٰۃ وعشر دینا حرام ہے [البحر الرائق، جلد۲، صفحہ۲۴۲] البتہ، زکوٰۃ کے علاوہ

دیگر نفلی صدقات یا جن صدقات کا ادا کرنا واجب ہے، انہیں دینا جائز ہے، جیسے صدقہ فطر یا نذر اور کسی کفارے کا صدقہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری، مسلمانوں سے برسرِ پیکار نہیں ہوتے بلکہ اطاعت قبول کر چکے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کی اسلام میں ممانعت نہیں بلکہ ایسا کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَo---[الممتحنہ:۸]

''اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا، جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے''---

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میری والدہ جو کہ مشرکہ تھیں اور اسلام سے نفرت رکھتی تھیں، میرے پاس آئیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ آئی ہیں جو کہ مشرکہ ہیں اور اسلام سے نفرت کرتی ہیں، تو کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی (حسن سلوک) کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ صِلِیْ اُمَّکِ---''ہاں! تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو''---

[بخاری، کتاب الھبۃ، باب الھدیۃ للمشرکین/ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل النفقۃ و الصدقۃ علی الاقربین / ابوداوٗد، سنن، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدق علیٰ اھل الذمۃ]

ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل ادیان پر نفلی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ہے:

تَصَدَّقُوا عَلٰی اَھْلِ الْاَدْیَانِ---

''مختلف مذاہب کے حامل افراد پر صدقہ کیا کرو''---[ابن ابی شیبہ]

درج بالا تفصیل، کفار کو بطور محتاج و فقیر زکوٰۃ دینے سے متعلق ہے، بطور تالیف قلوب اور اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے کفار کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ اس سے مختلف ہے، جسے پہلے واضح کیا جا چکا ہے۔ یاد رہے کہ نفلی اور واجب صدقات بھی کفار فقراء کے بجائے مسلمان فقراء کو دینا افضل ہے، کیوں کہ اس سے حقِ مسلم ادا ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری پر مسلمان کی اعانت و مدد بھی شامل ہو جاتی ہے [بدائع الصنائع، جلد۲، صفحہ ۴۹] لیکن قانونی اعتبار سے کافر کو ماسوائے زکوٰۃ، صدقہ دینا جائز ہے، خصوصاً جب کہ وہ زیادہ محتاج اور ضرورت مند ہو۔ اس سے اسلامی احکام کی عظمت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ امر مسلمانوں کی کشادہ دلی، رواداری، انسانی ہمدردی اور دیگر اہل مذاہب سے غیر متعصّبانہ رویے کا مظہر ہے۔

یاد رہے کہ مسلم معاشروں کے ایسے غیر مسلم افراد جو در پردہ اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہوں یا بین الاقوامی غیر مسلم طاقتوں کی پشت پناہی اور شہ پر اسلام اور مسلمانوں سے مخاصمت و دشمنی کا رویہ رکھتے ہوں یا رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کا ارتکاب کریں یا ایسا کرنے والوں کی تائید وحمایت کریں، وہ محارب کفار میں شمار ہوں گے اور انہیں نفلی صدقات دینا بھی جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ نفلی صدقات کا مستحق ہونے کی علت اور سبب محض مسلم معاشرے میں رہنا بسنا نہیں ہے، بلکہ اسلام کی عظمت و برتری اور اطاعت کو قبول کرتے ہوئے اسلامی ریاست کے فوائد سے بہرہ ور ہونا ہے، جب کہ ایسے افراد اس سے عاری اور محروم ہوتے ہیں۔

فاسق و فاجر اور اہل بدعت کو زکوٰۃ دینے کا حکم

ہر وہ شخص جو دائرۂ اسلام میں داخل ہے، جب دیگر شرائط پائی جائیں تو زکوٰۃ کا مستحق قرار پاتا ہے، خواہ سخت فاسق و فاجر ہو۔ کیوں کہ دولت اسلام اسے زکوٰۃ کا مستحق بنا دیتی ہے۔ یہ وضاحت جائز یا ناجائز ہونے میں ہے، لیکن افضل اور لائق بات یہ ہے کہ ایسے علانیہ فاسق و فاجر کو زکوٰۃ نہ دی جائے جو فرائض کا تارک، فواحش کا مرتکب اور حدود اللہ کو پائے مال کرنے میں بے باک ہو اور جس کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ زکوٰۃ کا مال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں میں خرچ کرے گا یا ایسا ہو کہ جس کے فسق وگناہ سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی ہو۔ شرابیوں، بدکاروں، چوروں، بے نماز ملنگوں اور صوفیوں کے روپ میں دین کے نام پر بدعات رواج دینے والوں کو زکوٰۃ نہیں دینی چاہیے۔ اسی طرح وہ بدعقیدہ کلمہ گو جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازیبا کلمات کہیں اور ماتم جیسی بدعت کے مرتکب ہوں، یوں ہی جو رسول اللہ ﷺ کے علم پاک پر طعن کریں اور عامیانہ الفاظ سے عظمت رسول اکرم ﷺ میں کمی لائیں اور اولیاء وصالحین کی گستاخی کی بدعت ایجاد کریں، رسول اللہ ﷺ کے نواسے سیدنا امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ کو باغی اور یزید کو امیر المؤمنین کہیں اور مسلمانوں کی غالب اکثریت کے عقائد ومعمولات کو، جو قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی ہیں، شرک وبدعت قرار دیں، ان کو بھی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ اس کے برعکس انسان کا مال زکوٰۃ، اہل علم وتقویٰ، صحیح العقائد اور دین دار افراد کو ملے تو زیادہ بہتر ہے۔ حضرت سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی نور اللہ مرقدہ سے سوال کیا گیا کہ بھنگی اور شرابی کو مال زکوٰۃ دینا یا مال زکوٰۃ سے کپڑا وغیرہ لے کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

''ایسے شخص کو زکوٰۃ دینی لائق نہیں جس کے متعلق معلوم ہو کہ بے جا اور گناہ میں خرچ کرے گا۔ طحطاوی علی المراقی، صفحہ ۴۳۵، فتاویٰ برہنہ، جلد ۲، صفحہ ۱۱ میں ہے:

لا ینبغي دفعها لمن علم انه ینفقها في سرف او معصیة---

''جس کے متعلق معلوم ہو کہ وہ مال زکوٰۃ فضول خرچی اور معصیت کے کاموں میں خرچ کرے گا تو اسے زکوٰۃ نہیں دینی چاہیے''---

بلکہ عموماً یہ لوگ بدعتی اور شریعت کے چور ہوتے ہیں، ایسے کو دینا منع ہے۔

تنویر الابصار متن درالمختار میں ہے، جو متون معتبرہ میں سے ہے، جلد۲، صفحہ۹۴ مع الشرح و الحاشیہ:

لا یجوز صرفها لاهل البدع---

''اہل بدعت پر زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے''---

بلکہ قرآن کریم کا فرمان ہے:

وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ---[المائدۃ:۲]

''گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو''---

تو ان لوگوں کی امداد کرنا گناہ ہوا اور بحر الرائق میں ہے کہ:

لانه اعانة على الحرام---

''کہ یہ حرام کاموں میں اعانت و مدد کرنا ہے''---

اور یہ وجوہ مانع عین مال زکوٰۃ اور کپڑا وغیرہ اس کے معاوضہ میں دینے کو شامل ہیں''---

[فتاویٰ نوریہ، جلد۲، صفحہ۱۲۴]

② غنی کو زکوٰۃ دینا حرام ہے

فقیر کے برعکس غنی، مالدار کو کہتے ہیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ غنی کو زکوٰۃ، صدقہ فطر، نذر اور کفارے کا صدقہ دینا جائز نہیں ہے۔ زکوٰۃ کا مقصد فقراء کی مدد و اعانت ہے اور مال داروں کو زکوٰۃ دینے سے یہ مقصد ختم ہو جاتا ہے۔ امام الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے غنی پر زکوٰۃ حرام ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ مال زکوٰۃ لوگوں کا دھوون ہے، کیوں کہ اس کے ذریعے انہیں گناہوں سے طہارت و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور بغیر حاجت و ضرورت کے، میل کچیل سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اور حاجت و ضرورت فقیر کو پیش آتی ہے، غنی کو نہیں۔ [بدائع الصنائع، جلد۲، صفحہ۴۷]

زکوٰۃ صرف فقیر اور مسکین کا حق ہے، غنی کا نہیں، اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسَاكِينِ---[التوبۃ:۶۰]

''صدقات تو صرف فقراء اور مساکین کے لیے ہیں''---

حدیث پاک میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ ---

[جامع ترمذی، ابواب الزکوۃ، باب ما جاء من لاتحل له الصدقة]

''کسی غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے'' ---

ایک اور حدیث میں پاک میں ہے:

لَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ --- [نسائی، کتاب الزکوۃ، باب مسئلة القوی المکتسب]

''غنی کا مال زکوۃ میں کوئی حصہ نہیں'' ---

حاکم وقت کی طرف سے مقرر کیے گئے عاملین (زکوۃ وصول کنندگان) غنی ہونے کے باوجود زکوۃ کے مال سے لے سکتے ہیں، کیوں کہ وہ بطور زکوۃ نہیں لیتے بلکہ اپنا حق خدمت وصول کرتے ہیں۔ اسی طرح ضرورت مند مسافر جو اپنے وطن و شہر میں غنی ہے، زکوۃ لے سکتا ہے۔

غنی شخص کے اہل و عیال کو زکوۃ دینے کا حکم

غنی شخص کے نابالغ بچے کو خواہ وہ فقیر اور حاجت مند ہو، زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ چھوٹے بچے (خواہ بیٹا ہو یا بیٹی) اپنے باپ کی مال داری کی وجہ سے غنی سمجھے جاتے ہیں، اگرچہ خود ان کی ملکیت میں کچھ بھی نہ ہو۔ اگر غنی شخص کا بالغ بیٹا فقیر ہو، یعنی اس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال نہ ہو تو اسے زکوۃ دینا جائز ہے۔ کیوں کہ باپ کی مال داری کی وجہ سے یہ غنی شمار نہیں ہوتا۔ اسی طرح عورت کی مال داری اس کی اولاد پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ مثلاً مطلقہ یا بیوہ مال دار عورت کے پاس نابالغ بچے زیر کفالت و پرورش ہوں تو ماں کی مال داری کی وجہ سے وہ بچے غنی شمار نہیں ہوں گے اور انہیں زکوۃ دینا جائز ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

قانونی ضابطے کے اعتبار سے غنی خاوند کی محتاج و ضرورت مند بیوی اپنے شوہر کی مال داری کی وجہ سے غنی شمار نہیں ہوتی اور اسے زکوۃ دی جاسکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قانوناً وہ اپنے خاوند کے مال پر صرف مقدار نفقہ کا استحقاق رکھتی ہے۔ یعنی اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو خرچہ نہ دے تو اسلامی عدالت عرف و رواج کے مطابق صرف خرچہ دینے کا حکم دے سکتی ہے، اس سے زیادہ کا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاوند کا غنی ہونا بیوی پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ قانونی پہلو سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے تو جس معاشرے میں معاشی و معاشرتی طور پر بیوی اور خاوند ایک ہی اکائی سمجھے جاتے ہوں، اور واقعتاً ایسا ہو بھی، وہاں دیانۃً بیوی کو زکوۃ کا مستحق نہ قرار دیا جائے۔ یعنی انصاف و دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ شوہر مال دار ہو تو بیوی کو بھی غنی باپ کے نابالغ بچے کی طرح غنی شمار کیا جائے۔

جس محتاج و ضرورت مند شخص کا بیٹا غنی ہو، اسے زکوۃ دینا جائز ہے کیوں کہ قانونی اعتبار سے بیٹے کی مال داری باپ پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ اگر کوئی بیٹا اپنے محتاج باپ کو خرچہ و نفقہ نہ دے تو عدالت

صرف مقدار خرچہ کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ دے سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ مقدار خرچہ ونفقہ سے وہ غنی نہیں بنے گا۔ البتہ دیانت وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جن واقعات میں باپ بیٹے کے معاشی معاملات میں وحدت پائی جاتی ہو، وہاں غنی بیٹے کا باپ بھی غنی تصور کیا جائے اور وہ زکوٰۃ کا مستحق قرار نہ پائے۔

ان مسائل میں اصولی بات یہ ہے:

أَنَّ الطِّفْلَ یُعَدُّ غَنِیًّا بِغِنٰی أَبِیْہِ بِخِلَافِ الْکَبِیْرِ فَإِنَّہٗ لَا یُعَدُّ غَنِیًّا بِغِنٰی أَبِیْہِ وَ لَا الْاَبُ بِغِنٰی ابْنِہٖ وَ لَا الزَّوْجَۃُ بِغِنٰی زَوْجِھَا وَ لَا الطِّفْلُ بِغِنٰی أُمِّہٖ---

''نابالغ بچہ غنی باپ کی مال داری کی وجہ سے غنی شمار ہوتا ہے، بالغ بیٹے کے برعکس، کیوں کہ وہ باپ کے غنا کے باعث غنی شمار نہیں ہوتا اور نہ ہی باپ اپنے بیٹے کے غنا کی وجہ سے غنی شمار ہوتا ہے، نہ بیوی اپنے غنی شوہر کی وجہ سے غنی شمار ہوتی ہے اور نہ بیٹا اپنی ماں کے مال دار ہونے کی وجہ سے غنی گنا جاتا ہے'' --- [رد المحتار، جلد۲، صفحہ۲۷]

یہ اس سوال کی تفصیل ہے کہ کوئی شخص، کسی دوسرے غنی آدمی کے کن رشتے داروں کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ خود اپنی زکوٰۃ اپنے کون سے رشتے داروں کو دی جاسکتی ہے؟ اس کی تفصیل الگ ہے، جو آئندہ بیان ہوگی۔

غنی شخص کے ملازموں کو زکوٰۃ دینا

دورِ غلامی میں، غلاموں کے حقوق وفرائض سے متعلق اسلامی احکام پر قانون سازی ہوئی تو زکوٰۃ کے ضمن میں مسلمان قانون دانوں نے کہا کہ غنی شخص کے غلام کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی۔ کیوں کہ اس زمانے میں غلاموں کی حیثیت آج کے ملازموں اور نوکروں کی طرح نہیں تھی، بلکہ غلام، اس کا مال اور اس کی کمائی بھی اس کے مالک کی ملکیت سمجھی جاتی تھی، لہٰذا غلام کو زکوٰۃ دینے کا صاف مطلب اس کے مالک کو دینا ہے اور مالک غنی ہے۔ البتہ جس غلام نے اپنے مالک سے یہ معاہدہ کیا ہو کہ وہ مال کی مقررہ مقدار دے کر رہائی پالے گا، اسے دینا جائز ہے اور قرآن مجید نے اسے مستحقین زکوٰۃ میں شمار کیا ہے، جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ الحمدللہ کہ اسلامی تعلیمات کی فکری تربیت وراہنمائی اور عملی اقدامات سے غلامی کا دور ختم ہوگیا۔ آج کا نوکر، غلام نہیں صرف ملازم ہے اور اپنے مال کا خود مالک اور ہر طرح بااختیار ہے، اس لیے آج کے دور میں مالک کا غنی ہونا نوکر پر اثر انداز نہیں ہوگا اور ملازم محتاج ہو تو اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

انسان کب غنی ہوتا ہے اور غنا کی حد کیا ہے؟

زکوٰۃ کے حوالے سے، بنیادی طور پر اسلام نے انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے:

۱)......اغنیاء، یعنی مال دار افراد ۲)......فقراء

اغنیاء سے صدقہ لینا لازم قرار دیا اور فقراء کی طرف لوٹانے کا حکم فرمایا۔ لٰہذا وہ شخص جو اس گروہ سے نہیں، جن سے صدقہ لیا جاتا ہے، لازمی طور پر دوسرے گروہ میں شمار ہوگا جن کی طرف صدقہ لوٹایا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ لینا حلال ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ غنا (مال دار ہونے) کی حد کیا ہے اور کون شخص غنی شمار ہوگا؟ غنی کے تین درجے اور مرتبے ہیں:

(۱) وہ شخص کہ نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو، یعنی اس کے پاس نصاب کے مطابق جانور ہوں جو باہر چر کر گزارہ کرتے ہوں یا اس کے پاس تقریباً ساڑھے ۸۷ گرام سونا یا تقریباً ۶۱۲ گرام چاندی یا اتنی چاندی کی مالیت کی رقم یا اتنی مالیت کا مال تجارت ہو (تجارتی زمین اس میں شامل ہے) اور یہ مال اس کی جائز اصلی ضرورتوں سے زائد ہو تو ایسا شخص غنی اور صاحب نصاب ہے کہ اس پر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔ اس کے لیے سوال کرنا اور زکوٰۃ لینا دونوں حرام ہیں۔ صدقہ فطر اور قربانی کرنا بھی واجب ہے۔

(۲) وہ شخص جو اوپر بیان کیے گئے نصاب زکوٰۃ کا مالک نہیں ہے مگر اس کے پاس اتنا گھریلو سامان ہے جو اس کی جائز، اصلی اور حقیقی ضرورتوں سے زائد ہو اور جن کی قیمت ۶۱۲ گرام چاندی بنتی ہو، جیسے کپڑے، بستر، بچھونے، مکان، دکانیں اور سواری وغیرہ، اس شخص پر زکوٰۃ لازم نہیں کیوں کہ اس کے پاس ایسا مال نہیں جو افزائش اور اضافے کی صلاحیت رکھتا ہو یعنی جس سے آمدنی ہو سکے، جب کہ شریعت نے اس مال کو قابل زکوٰۃ ٹھہرایا ہے جو اضافے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ البتہ شریعت کی نظر میں یہ شخص غنی ہے، اس کے لیے زکوٰۃ قبول کرنا اور سوال کرنا جائز نہیں اور اس پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۳) غنی ہونے کی آخری حد وہ ہے جس کی وجہ سے سوال کرنا حرام ہے مگر اسے زکوٰۃ دینا اور اس کے لیے قبول کرنا جائز ہے۔ یہ وہ آدمی ہے جس کے پاس ایک دن کی خوراک اور پہننے کے لیے کپڑے موجود ہیں، گویا گزر اوقات کا کوئی نہ کوئی ذریعہ موجود ہے۔ سوال کرنا اس لیے حرام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے غنی ہونے کے باوجود مانگا تو وہ اپنے لیے جہنم کے انگاروں میں اضافہ کر رہا ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! غنی کون ہے؟ اور یہ کہ مال داری کی وہ حد کہ جس سے سوال حرام ہو جاتا ہے، کون سی ہے؟ فرمایا:

قَدْرُ مَا یُغَدِّیْہِ وَ یُعَشِّیْہِ---

''جس کے پاس صبح وشام کی خوراک کی مقدار موجود ہو''---

اس حدیث کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اَنْ یَکُوْنَ لَہٗ شِبَعُ یَوْمٍ وَ لَیْلَۃٍ---

''جس کے پاس پیٹ بھر کر ایک دن رات کا کھانا ہو''---

[ابوداؤد،سنن، کتاب الزکوٰۃ، باب من یعطیٰ من الصدقۃ و حد الغنیٰ]

جس شخص کے پاس اتنا کچھ بھی نہ ہو اس کے لیے سوال کرنا نہ صرف جائز بلکہ اس پر لازم وضروری ہے کہ وہ سوال کرے۔ کیوں کہ اس وقت وہ محتاج اور ضرورت مند ہے، اگر سوال نہیں کرے گا تو خود کو ہلاک کر لے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ---[البقرۃ:۱۹۵]

''تم خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو''---[بدائع الصنائع، جلد۲، صفحہ۴۹]

گزر اوقات کا سامان ہونے کے باوجود زکوٰۃ دینے کا جواز

جس شخص کے پاس صرف ضرورت کے مطابق سامان ہو اور جائز حاجت اصلی سے زائد نہ ہو، مثلاً رہائشی مکان، استعمال کی سواری، پہننے کے لیے کپڑے، گھریلو ساز وسامان اور عالم و پڑھا لکھا ہونے کی صورت میں کتابیں وغیرہ ہوں، مگر یہ سب چیزیں اس کی ضرورت کے مطابق ہیں، زائد نہیں ہیں۔ یہ وہ شخص ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اگر چہ اس کے لیے سوال کرنا حرام ہے۔ زکوٰۃ کا جواز اس لیے ہے کہ اس کے پاس موجود چیزیں انسان کی بنیادی ضرورتیں ہیں، جن کے بغیر گزارہ نہیں، ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دیتے تھے کہ جس کے پاس دس ہزار درہم کا گھریلو سامان، گھر، خدمت گار، سواری اور حفاظت کا اسلحہ موجود ہوتا تھا۔ اسی طرح جس شخص کے پاس زمین اور باغ ہو لیکن اس کی آمدن اس کی اور اس کے اہل وعیال کی کفالت کے لیے ناکافی ہے یا دکانیں اور کرایہ پر دیے ہوئے مکان ہوں مگر ان کی آمدنی سے اس کی اور اس کے زیر کفالت افراد کا گزارہ نہیں ہوتا تو اسے زکوٰۃ لینا حلال ہے۔ یوں ہی اگر کسی کے پاس گندم کا ذخیرہ موجود ہے، جس کی قیمت چاندی کے نصاب (۶۱۲ گرام) کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو اور ایک سال کی ضرورت کے لیے کافی ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے، کیوں کہ یہ گندم اس کی ضرورت بن چکی ہے اور جو چیز ضرورت بن جائے وہ نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو ایک سال کی خوراک کا ذخیرہ فراہم فرماتے تھے۔ تاہم ایسے شخص کے لیے سوال کرنا اس لیے حرام ہے کہ جب گزر اوقات کا سبب موجود ہے تو سوال کے داغ سے دامن پاک رکھنا ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص استغناء (لوگوں سے بے نیازی) اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے واقعی غنی بنا دیتا ہے اور

جو شخص سوال سے پاک دامن رہنے کے اسباب اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے عفت مآب بنا دیتا ہے۔

[بدائع الصنائع، جلد۲، صفحہ ۴۸]

مستقبل میں محتاجی کا خوف زکوٰۃ لینے کا جواز نہیں

اگر کوئی شخص فی الوقت غنی ہے اور اس کا مال نصاب کو پہنچتا ہو مگر کمائی کا ذریعہ نہ ہو اور اس مال کے خرچ کرنے سے اسے اندیشہ ہو کہ وہ مستقبل میں محتاج ہو جائے گا تو بھی اسے زکوٰۃ دینا اور اس کے لیے لینا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ شخص غنی ہے، فقیر اور محتاج نہیں ہے اور غنی کے لیے زکوٰۃ لینا حلال نہیں۔ مستقبل میں محتاجی کا خطرہ اس کی موجودہ حالت پر اثر انداز نہیں ہوتا اور وہ فی الحال محتاج نہیں ہے، لہٰذا محض اندیشے کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ ورنہ تو جس کے پاس صرف نصاب کے برابر مال ہے، اس پر زکوٰۃ بھی لازم نہ ہو کہ کہیں آئندہ محتاج نہ ہو جائے، حالاں کہ زکوٰۃ لازم آتی ہے۔

[حوالہ مذکورہ]

کمائی کے قابل افراد کو زکوٰۃ دینے کا جواز

جو شخص نصاب کے برابر مال کا مالک نہ ہو مگر قوی اور صحت مند ہو اور کما سکتا ہو، شریعت کی نظر میں وہ فقیر اور محتاج ہے، غنی نہیں ہے، لہٰذا اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ انما الصدقات للفقراء...... [التوبۃ:۶۰] میں فرمایا ہے کہ صدقات فقراء کے لیے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحت مند توانا فقیر اور غیر صحت مند، کمزور فقیر میں امتیاز نہیں فرمایا اور نہ ہی کمانے اور نہ کمانے کی شرط عائد کی ہے، بلکہ صرف فقراء کا لفظ آیا ہے۔ یوں ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ○ --- [الذّٰریٰت:۱۹]

''ان کے مالوں میں سوال کرنے والوں اور محروم لوگوں کا حق ہے'' ---

اس آیت میں بھی مضبوط اور کمانے والے افراد اور کمزور نہ کمانے والے افراد میں فرق نہیں رکھا گیا بلکہ ہر سائل کا اغنیاء کے مال میں حق تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں بھی فقراء کو کسی شرط کے بغیر صدقات کا حق دار قرار دیا گیا ہے، فرمایا:

''صدقات تو فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں روک دیے گئے ہیں'' --- [البقرہ:۲۷۳]

امام ابوبکر رازی الجصاص نے اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

''اس مسئلے کی تائید میں وارد احادیث شہرت و وسعت اور صحت کے اعتبار سے ان روایات سے زیادہ مضبوط ہیں جن سے قوی جسم والے کو صدقہ نہ دینے کا ثبوت ملتا ہے۔

مثلاً: حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صدقہ صرف ان تینوں آدمیوں کے لیے جائز ہے:

1. ذلت آمیز فقر میں مبتلا شخص کے لیے
2. فاقہ کش انسان کے لیے یا
3. ایسے آدمی کے لیے جسے ہلاک آمیز مصیبت نے آلیا ہو۔

اس حدیث میں طاقت نہ ہونے اور کمائی سے عاجز ہونے کی شرط عائد نہیں کی گئی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صدقہ لے کر حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ کھاؤ اور خود تناول نہ فرمایا۔ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام قوی اور کمانے کے قابل تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے معذور صحابہ کو صدقہ کے لیے مخصوص نہیں کیا۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عبید اللہ بن عدی بن الخیار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقات تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہو کر سوال کرنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف نگاہ مبارک اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ دونوں مضبوط اور توانا جسم کے مالک ہٹے کٹے ہیں۔ فرمایا:

إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ---

''اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دیتا ہوں مگر اس میں غنی آدمی اور مضبوط کمانے والے فرد کا کوئی حصہ نہیں''---

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے لیے مانگنا مکروہ قرار دیا، جس کے پاس گزارے کے قابل چیز موجود ہو یا کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اس کے ذریعے سوال کی محتاجی سے بچ سکتا ہو۔ (لیکن اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے کیوں کہ اگر ایسے شخص پر صدقہ حرام ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دینے کی پیش کش ہی نہ فرماتے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مبارک بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرمایا:

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے مال داروں سے صدقہ لوں اور تمہارے فقراء کی طرف لوٹا دوں۔ اس فرمان میں فقراء کو عام رکھا گیا ہے، خواہ وہ معذور ہوں یا تندرست و توانا۔ مزید یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صدقات اور زکوٰۃ کا مال لایا جاتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل صفہ کو عنایت فرماتے، جب کہ یہ لوگ قوی اور کمانے کے لائق افراد تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر اب تک یہی طریقہ رائج رہا ہے کہ لوگ

اپنے صدقات وزکوٰۃ کا مال فقراء کو دیتے رہے ہیں اور اس قسم کا امتیاز نہیں برتا گیا کہ کمانے سے معذور فرد کو دیا گیا ہو اور کمانے کے لائق آدمی کو محروم رکھا گیا ہو"---

[احکام القرآن، جلد ۳، صفحہ ۲، ۱۶۱]

تندرست وتوانا اور کمائی کے لائق محتاج افراد کو اس لیے زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا گیا ہے کہ فقیری اور محتاجی ایک مخفی اور باطنی معاملہ ہے، کسی کی محتاجی سے واقف و باخبر ہونا مشکل امر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک نوجوان اور تندرست وتوانا شخص کسی ایسے مریض کا کفیل ہو جس کا علاج شدید مہنگا ہونے کی وجہ سے وہ اس کا متحمل نہ ہو (مثلاً ناکارہ گردوں کا مریض، کہ جس کا علاج ڈیلائسز ہے، جس پر ہر ماہ کم وبیش چالیس ہزار روپے خرچ آتا ہے اور متوسط آمدنی رکھنے والا آدمی بھی اس کا متحمل نہیں ہوسکتا) کسی آسمانی یا زمینی آفت، جیسے زلزلے یا سیلاب نے اس کا گھر یا کاروبار تباہ کردیا ہو، یا کاروباری خسارے کی وجہ سے خستہ حالی کا شکار ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی شخص کو حلال ذریعہ معاش میسر نہ آرہا ہو اور وہ حرام ذریعہ معاش سے بچنا چاہتا ہو یا اس کی تعلیمی قابلیت، فنی مہارت اور معاشرتی مقام ومرتبے کے مطابق اسے ذریعہ روزگار نہ مل رہا ہو یا معاشی جدوجہد میں پوری طاقت صرف کرنے کے باوجود زیر کفالت افراد کی جائز ضرورتیں پوری کرنے سے قاصر ہو۔ کسی چور، ڈاکو نے اس کی جمع شدہ پونجی لوٹ لی ہو۔ غرضیکہ ان وجوہ کی بنیاد پر اہل فقہ نے قرار دیا ہے کہ محض تندرست اور مضبوط جسم کا مالک ہونا زکوٰۃ کا مستحق بننے میں رکاوٹ نہیں سمجھا جائے گا۔ صرف جسمانی قوت اور کمانے کی صلاحیت سے بھوکے پیٹ کی آگ نہیں بجھتی اور نہ دیگر ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، جب تک کہ معقول روزی کا بندوبست نہ ہو۔ تاہم فقہاء نے تجویز کیا ہے کہ کمائی کی صلاحیت سے بہرہ مند فقیر کے پاس اگر گزارے کے قابل کچھ نہ کچھ موجود ہو، تو اسے چاہیے کہ زکوٰۃ نہ لے اور یہ کہ ایسے شخص کو جو بظاہر صحت مند اور طاقت ور جسم کا مالک ہو، زکوٰۃ دینے سے پہلے نصیحت کردی جائے کہ کمائی کے قابل شخص کو زکوٰۃ لینا مناسب نہیں ہے۔

یہ تفصیل ہٹے کٹے آدمی کے لیے زکوٰۃ جائز یا ناجائز ہونے سے متعلق ہے۔ رہا ایسے آدمیوں کا بھیک مانگنا اور گداگری کا پیشہ اختیار کرنا، اس کی مذمت وبرائی الگ عنوان کے تحت بیان ہوگی۔

درج بالا سطور میں ان دو گروہوں کا ذکر ہوا ہے کہ جن کو زکوٰۃ دینا حرام ہے، یعنی ① کافر ومرتد ② غنی۔ بقیہ دو یعنی ❶ زکوٰۃ دہندہ کے اقرباء اور ❷ نبی اکرم ﷺ کی اولاد اطہار کے بارے میں تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی۔ ان شاء اللہ المولیٰ

❁❁❁❁❁

تبصرہ کتب

تبصرہ کے لیے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں

دینی مسائل--- قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں

اہل ایمان کو اپنی زندگی اسلامی اصول کے مطابق بسر کرنے کے لیے فقہ اسلامی کی بے حد ضرورت ہے، اس علم کے بغیر وہ اپنی عبادات و معاملات کو درست نہیں کرسکتا۔ فقہ، قرآن وحدیث کا عطر اور خلاصہ ہے، اس سلسلے میں فقہاء امت کے کاوشیں قابل قدر ہیں۔ زیر نظر کتاب ساتویں صدی ہجری کے ممتاز فقیہ امام ابومحمد علی بن زکریا المنبجی الحنفی کی نہایت اہم تصنیف اللباب فی الجمع بین السنة و الکتاب کا اردو ترجمہ ہے، جس میں فقہی مسائل کو کتاب و سنت کے عمدہ دلائل کے ساتھ جمع کیا گیا ہے اور فقہ حنفی پر وارد ہونے والے اشکالات کے شافی جوابات دیے گیے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ براہ راست قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرتے تھے۔ اس کتاب پر سعودی عرب کے ایک فاضل ڈاکٹر محمد فضل عبدالعزیز المراد نے تحقیقی کام کرکے جامعہ ازہر مصر سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اب اس کارواں دواں خوب صورت ترجمہ جناب ظہیر الدین بھٹی نے کیا ہے۔ اس علمی شاہکار کو نامور محقق و عالم دین پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز کی زیر سرپرستی شیخ زاید اسلامک ریسرچ سنٹر، جامعہ کراچی نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے، جو عوام، بالخصوص علماء کے لیے بے حد مفید اور قابل مطالعہ ہے۔

اصل کتاب دو جلدوں میں ہے، ۴۸۴ صفحات پر مشتمل پہلی جلد شائع ہوئی ہے۔ (قیمت درج نہیں)

عقیدۂ ختم نبوت (جلد بارھویں)

ختم نبوت کے موضوع پر علماء اہل سنت کی تصانیف پر مشتمل عظیم انسائی کلوپیڈیا الادارۃ لتحفیظ العقائد الاسلامیہ، کراچی کے زیر اہتمام سلسلہ وار شائع ہو رہا ہے۔ گزشتہ ماہ اس کی گیارہ جلدوں پر تبصرہ چھپا تھا، اب اس کی بارہویں جلد بھی منظر عام پر آگئی ہے۔ یہ اہل سنت کے نامور محقق و عالم حضرت علامہ محمد عالم

آسی امرتسری کی تصنیف الکاویۃ علی الغاویۃ کی جلد دوم کے حصہ اوّل پر محیط ہے، جس میں چودھویں صدی ہجری کے مدعیان نبوت کے دجل وفریب کو واضح کیا گیا ہے۔ خصوصاً بہائی مذہب کا مفصل تعارف ہے، کیوں کہ مرزائی تعلیم دراصل بہائی مذہب کی عکسی و بروزی تصویر ہے۔ یہ عظیم علمی انسائی کلوپیڈیا ہرلائبریری کی زینت بننا چاہیے۔ کاغذ، طباعت، اعلیٰ، صفحات ۶۰۸، قیمت ۴۵۰ روپے، ملنے کا پتا:

ادارہ تحفیظ العقائد الاسلامیہ، آفس نمبر ۵، پلاٹ نمبر ۱۱۱-Z عالم گیر روڈ کراچی

البلاغ

محترم ظہور الدین خاں امرتسری دینی و مسلکی درد رکھنے والے محبّ وطن اور محرک و متحرک صاحب مطالعہ شخصیت ہیں، وہ نایاب اور قیمتی علمی شہ پاروں کو ڈھونڈ کر اپنے ادارہ پاکستان شناسی کے زیر اہتمام منظر عام پر لاتے رہتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب اہل سنت کے ممتاز سکالر پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے۔ پروفیسر موصوف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد، کئی کتابوں کے مصنف اور مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، شعبہ دینیات کے صدر اور مذہب و عالمی سیاست پر گہری نظر رکھنے والے دانش ور تھے۔ زیر نظر کتاب مسلمانوں کے علمی انحطاط، بے نظمی، بے عملی اور خلافت عثمانیہ کے تاریخی واقعات کے تناظر میں ملت کے لیے ایک جامع و رہنما تحریر ہے۔ اگرچہ یہ کتاب آج سے سو برس پہلے لکھی گئی، مگر اس مردِ حق آگاہ کی بصیرت افروز تحریر کا ایک ایک لفظ عالم اسلام کی بالعموم اور پاکستان کی بالخصوص موجودہ حالت زار پر صادق آتا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ”........رشوت ستانی، ملک فروشی، ملت فراموشی، ان سب آفتوں میں مبتلا ہو گئے۔ اب یہ ہونے لگا کہ یورپین اقوام سے اعیانِ دولت اسلامیہ (سلطنت کے وزراء و امراء و ذمہ دارانِ حکومت) اشرفیاں لیتے ہیں اور اپنے ملک اور اپنے بھائیوں کو ان کے حوالے کرتے جاتے ہیں۔ اسلام کو اقوام غیر سے اس قدر جاں ستاں صدمہ نہیں پہنچا جیسا خود مسلمانوں کے ہاتھ سے اسے زخم کاری لگتا رہا۔ وہ مسلمان ہی تو ہیں جن کی بدولت دولت عباسیہ کا چراغ گل ہو گیا اور ہندوستان کی یہ فلاکت زدہ حالت ہو گئی“---[البلاغ، صفحہ ۱۸]

اصل کتاب ۷۴ صفحات کی ہے، جب کہ آغاز میں جناب ظہور الدین صاحب کا ۳۵ صفحات پر مشتمل تاریخی و تحقیقی مقدمہ اور گیارہ صفحات کا ڈاکٹر وحید عشرت کا دیباچہ ہے، جس سے کتاب کی وقعت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

صفحات: ۱۳۲، قیمت: ایک سو پچاس روپے

ملنے کا پتا: ادارہ پاکستان شناسی، ۲/۲۴، سوڈھیوال کالونی، ملتان روڈ، لاہور، پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰

بتلا دو گستاخ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے

لب پر نعتِ پاک کا نغمہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے
میرے نبی ﷺ سے میرا رشتہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

پست وہ کیسے ہو سکتا ہے، جس کو حق نے بلند کیا
دونوں جہاں میں ان کا چرچا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اور کسی جانب کیوں جائیں، اور کسی کو کیوں دیکھیں
اپنا سب کچھ گنبد خضرا علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

فکر نہیں ہے ہم کو کچھ بھی، دکھ کی دھوپ کڑی تو کیا
ہم پر اُن ﷺ کے فضل کا سایہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

بتلا دو گستاخِ نبی کو، غیرتِ مسلم زندہ ہے
دین پہ مر مٹنے کا جذبہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

ان کے در سے سب ہو آئے، جا نہ سکا تو ایک صبیح
یہ کہ اک تصویرِ تمنا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

صبیح رحمانی

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضورِ شہنشاہ رسالت مآب میں

(اعلیٰ حضرت مجدد ملت فاضل بریلوی قدس سرہ کے اتباع میں)

واہ کیا رتبہ اے خواجۂ بطحا تیرا
بزم کونین میں کوئی نہیں ہمتا تیرا

حسنِ اخلاق کا اتمام ترا خلق عظیم
حسنِ تخلیق کا شہکار سراپا تیرا

خود ترا دست نگر ہے یدِ بیضائے کلیم
اور بیمارِ محبت ہے مسیحا تیرا

تو نبی اور دو عالم پہ ترا فیض محیط
تو سخی اور ہے محتاج زمانہ تیرا

وہی اللہ کا باغی جو ہے تیرا دشمن
وہی اللہ کا محبوب جو شیدا تیرا

تیرا چاہا ہے وہی جو تیرا مالک چاہے
کیسے ممکن ہے کہ واقع نہ ہو چاہا تیرا

شانِ ارفع جسے کہتے ہیں وہ بندی تیری
اوجِ کامل جسے کہتے ہیں وہ بندہ تیرا

جان ہے پیکر ہستی کی ترا ظل منیر
کیا عجب ہے کہ نظر آیا نہ سایہ تیرا

جب ترے سائے سے روشن ہیں مہ ومہر ونجوم
کوئی کیا جان سکے کیا ہے اجالا تیرا

خالق وخلق میں اک برزخ کبریٰ تو ہے
تو ہے سب خلق کا مولا تو وہ مولا تیرا

رحمت حق ہے تری ذات گرامی بے شک
نام داتا ہے ترا ، کام ہے دینا تیرا

تجھ پہ ہے جس کی نظر، غیر سے کیوں گھبرائے
سو سہاروں سے بڑا ایک بھروسا تیرا

نسبت شیخ سے آسی تیرے در تک آیا
اس کا یہ بندۂ در ، اور وہ بندہ تیرا

پروفیسر محمد حسین آسی

ایک ادارہ، دو اعزاز — درس نظامی اور بی اے ساتھ ساتھ

دار العلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور

داخلہ درس نظامی
برائے طلبہ

20-فروری 2011ء
تا
15-مارچ 2011ء

داخلہ کے لیے
مڈل پاس ہونا شرط ہے

بانی

حجۃ الاسلام حضرت فقیہ اعظم
ابو الخیر محمد نور اللہ قدس سرہ العزیز
قادری نعیمی

زیر اہتمام

جانشین فقیہ اعظم حضرت
علامہ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری قادری

WWW.NAFSEISLAM.COM

ادارہ میں درس نظامی کے ساتھ ساتھ

مڈل، میٹرک، ایف اے اور بی اے کی تعلیم کا مفت انتظام ہے۔

دار العلوم حنفیہ فریدیہ ☆☆☆ بچوں کے بہتر مستقبل کا ضامن

آئیے! اپنے بچوں کو قدیم و جدید علوم کے زیور سے آراستہ کریں

برائے رابطہ و معلومات

صاحب زادہ محمد نعیم اللہ نوری وائس پرنسپل دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف 0345-7526622

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

نقشہ اوقات نماز برائے بصیر پور شریف و مضافات --- ماہ فروری

تاریخ	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری		طلوع آفتاب، انتہائے فجر		ضحوۂ کبریٰ		ابتداء وقت ظہر		اخیر مثل اوّل		اخیر مثل دوم آغاز وقت عصر		غروب آفتاب		وقت عشاء	
-	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ
1	5	36	7	00	11	38	12	20	3	00	4	03	5	41	7	04
2	5	35	7	00	11	38	12	21	3	01	4	04	5	42	7	05
3	5	35	6	59	11	39	12	21	3	01	4	05	5	43	7	05
4	5	34	6	58	11	39	12	21	3	02	4	05	5	43	7	06
5	5	34	6	58	11	39	12	21	3	02	4	06	5	44	7	07
6	5	33	6	57	11	39	12	21	3	03	4	06	5	45	7	08
7	5	33	6	56	11	39	12	21	3	03	4	07	5	46	7	09
8	5	32	6	56	11	39	12	21	3	04	4	08	5	47	7	09
9	5	32	6	55	11	40	12	21	3	04	4	08	5	48	7	10
10	5	31	6	54	11	40	12	21	3	05	4	09	5	48	7	11
11	5	31	6	53	11	40	12	21	3	05	4	10	5	49	7	11
12	5	30	6	52	11	40	12	21	3	06	4	11	5	50	7	12
13	5	30	6	51	11	40	12	21	3	06	4	12	5	51	7	13
14	5	29	6	50	11	40	12	21	3	07	4	13	5	52	7	13
15	5	28	6	49	11	40	12	21	3	07	4	14	5	53	7	14
16	5	27	6	48	11	40	12	21	3	08	4	15	5	54	7	15
17	5	26	6	47	11	40	12	21	3	08	4	15	5	54	7	16
18	5	25	6	46	11	40	12	21	3	09	4	16	5	55	7	17
19	5	25	6	45	11	40	12	21	3	09	4	17	5	56	7	17
20	5	24	6	44	11	40	12	21	3	10	4	18	5	57	7	18
21	5	23	6	43	11	40	12	21	3	10	4	19	5	58	7	19
22	5	22	6	42	11	40	12	21	3	11	4	20	5	59	7	19
23	5	21	6	41	11	40	12	20	3	11	4	20	5	59	7	20
24	5	20	6	40	11	40	12	20	3	12	4	21	6	00	7	21
25	5	19	6	39	11	40	12	20	3	12	4	22	6	01	7	21
26	5	18	6	38	11	40	12	20	3	12	4	23	6	02	7	22
27	5	16	6	37	11	39	12	20	3	13	4	23	6	02	7	23
28	5	15	6	36	11	39	12	20	3	13	4	24	6	03	7	24

میں صدقے یارسول اللہ، میں قرباں یارسول اللہ!

غلامی آپ کی ہے جانِ ایقاں یارسول اللہ! — محبت آپ کی ہے اصلِ ایماں یارسول اللہ!
دکھا دیں ہم کو اپنا روئے تاباں یارسول اللہ! — میں صدقے یارسول اللہ، میں قرباں یارسول اللہ!
گرفتارِ حوادث ہیں مسلماں یارسول اللہ! — ہو ان کے درد کا للہ درماں یارسول اللہ!
عطا کی کبریا جل جلالہ نے آپ کے تذکار کو رفعت — کہ اس اعزاز پر شاہد ہے قرآں یارسول اللہ!
خدا نے آپ کو والشّمس کہہ کر یاد فرمایا — سراپا آپ کا ہے نورِ رحماں یارسول اللہ!
گدائی آپ کے در کی شہنشاہی سے بہتر ہے — کہ مضمر اس میں ہے معراج انساں یارسول اللہ
اسیرِ مصلحت ہوں، مبتلائے معصیت ہوں میں — ''میں کس منہ سے کہوں خود کو مسلماں یارسول اللہ!''
تہی داماں ہوں علم و حکمت و فہم و فراست سے — ''میں کس منہ سے کہوں خود کو مسلماں یارسول اللہ!''
مری فردِ عمل میں جز گناہوں کے نہیں کچھ بھی — میں اس حالت پہ اپنی، ہوں پشیماں یارسول اللہ!
مجھے دامانِ رحمت میں چھپا لیجے مرے مولیٰ — کہ ہے پیشِ نظر محشر کا میداں یارسول اللہ!
زبوں حالی فزوں حد سے ہوئی ہے مسلم اُمہ کی — ہوا دنیا میں اس کا خون ارزاں یارسول اللہ!
تلاطم خیز موجوں میں گھری ہے کشتیٔ امت — کوئی فرمایئے بچنے کا ساماں یارسول اللہ!
کیا ہے یورپی سازش نے ٹکڑے ٹکڑے امت کو — خدارا اس کو کیجے پھر سے یک جاں یارسول اللہ!
ہمیشہ آپ کی سچی عقیدت اور محبت کا — رہے فانوس سینوں میں فروزاں یارسول اللہ!
نہ مرجھائیں کبھی ایمان کے، اخلاص کے غنچے — پھلا پھولا رہے دیں کا گلستاں یارسول اللہ!
ہٹیں اسلامیوں کے سر سے سارے سائے ظلمت کے — کہ آقا آپ ہیں مہرِ درخشاں یارسول اللہ!
کیا ہے اپنی ہر نعمت کا قاسم آپ کو رب نے — ملے للہ مجھ کو علم و عرفاں یارسول اللہ!

گدا ابن گدا نوری کو کیجے صدقۂ زہرا
عطا اسلاف کا سوزِ فراواں یارسول اللہ!

(صاحب زادہ) محمد محبّ اللہ نوری